

دینیات ککشا ۹۰

دینیات

برائے
درجہ دہم

حکومت نیپال

وزارت تعلیم، سائنس و ٹکنالوجی

مرکز برائے فروغ نصاب تعلیم

سانو ٹھیمی، بھکت پور

प्रकाशक : नेपाल सरकार
शिक्षा, विज्ञान तथा प्रविधि मन्त्रालय
पाठ्यक्रम विकास केन्द्र
सानोठिमी, भक्तपुर

©सर्वाधिकार पाठ्यक्रम विकास केन्द्र

यस पाठ्यपुस्तकसम्बन्धी सम्पूर्ण अधिकार पाठ्यक्रम विकास केन्द्र सानोठिमी, भक्तपुर मा निहित रहेको छ । पाठ्यक्रम विकास केन्द्रको लिखित स्वीकृतिबिना व्यापारिक प्रयोजनका लागि यसको पूरै वा आंशिक भाग हुबहु प्रकाशन गर्न, परिवर्तन गरेर प्रकाशन गर्न, कुनै विद्युतीय साधन वा अन्य प्रविधिबाट रेकर्ड गर्न र प्रतिलिपि निकाल्न पाइने छैन ।

प्रथम संस्करण :

मुद्रण :

मूल्य :

पाठ्यपुस्तकसम्बन्धी पाठकहरूका कुनै पनि प्रकारका सुभावहरू भएमा पाठ्यक्रम विकास केन्द्र, समन्वय तथा प्रकाशन शाखामा पठाइदिनुहुन अनुरोध छ । पाठकबाट आउने सुभावहरूलाई केन्द्र हार्दिक स्वागत गर्दछ ।

दीनीयात

कक्षा १०



नेपाल सरकार
शिक्षा, विज्ञान तथा प्रविधि मन्त्रालय
पाठ्यक्रम विकास केन्द्र
सानोठिमी, भक्तपुर

हाम्रो भनाइ

विद्यालय तहको शिक्षालाई उद्देश्यमूलक, व्यावहारिक, समसामयिक र रोजगारमूलक बनाउन विभिन्न समयमा पाठ्यक्रम, पाठ्यपुस्तक विकास, परिमार्जन तथा अनुकूलन गर्ने कार्यलाई निरन्तरता दिई आइएको छ। विद्यार्थीमा राष्ट्र तथा राष्ट्रियताप्रति एकताको भावना उत्पन्न गराई नैतिकता, अनुशासन र स्वावलम्बन जस्ता सामाजिक एवम् चारित्रिक गुणको विकास गराइन्छ। आधारभूत भाषिक सिपको विकास गरी विज्ञान, सूचना प्रविधि, वातावरण र स्वास्थ्यसम्बन्धी आधारभूत ज्ञानको विकास गराइन्छ। जीवनोपयोगी सिपका माध्यमले कला तथा सौन्दर्यप्रति अभिरुचि जगाउनु, सिर्जनशील सिपको विकास गराउनु र विभिन्न जातजाति, लिङ्ग, धर्म, भाषा, संस्कृतिप्रति समभाव जगाई सामाजिक मूल्य मान्यताप्रतिको सहयोगात्मक र जिम्मेवारीपूर्ण आचरण विकास गर्नु आजको आवश्यकता बनेको छ। यसै सन्दर्भमा परम्परागत तथा धार्मिक शिक्षाले हाम्रो पहिचान, संस्कार र सामाजिक संरचनालाई जोगाउन सहयोग गर्छ। सांस्कृतिक र मौलिक पहिचानको संरक्षण नैतिक र चारित्रिक विकास, आध्यात्मिक शान्ति र मानसिक एकाग्रतामा यस प्रकारको शिक्षाले विशेष जोड दिएको हुन्छ। सामाजिक सद्भाव र एकता कायम गर्नुका साथै प्रकृति र मानवबिच एकाकार गराउँदै प्रकृति र पर्यावरणको संरक्षण गर्न पनि सिकाएको हुन्छ। यही आवश्यकता पूर्तिको लागि शिक्षासम्बन्धी विभिन्न आयोगका सुझाव, शिक्षक तथा अभिभावकलगायत शिक्षासँग सम्बद्ध विभिन्न व्यक्ति सम्मिलित गोष्ठी र अन्तरक्रियाका निष्कर्षबाट विकास गरिएको मदरसा शिक्षा पाठ्यक्रमको स्वीकृत संरचनाअनुसार यो पाठ्यपुस्तक मदरसा शिक्षातर्फको कक्षा १० को दिनियात विषय विकास गरिएको छ।

माध्यमिक तहअन्तर्गतका बालबालिका सीमित शब्द र छोटो वाक्य तथा पाठ बुझ्न र प्रयोग गर्न सक्छन्। उनीहरूका लागि स्थानीय परिवेशका प्रसङ्ग, चित्र, शब्द, वाक्य तथा पाठहरूले मनोरञ्जनात्मक सिकाइमा सहयोग गर्छन्। सिकाइमा अभ्यासको अत्यन्त ठूलो महत्वपूर्ण हुन्छ। मदरसा शिक्षातर्फको कक्षा १० को दिनियात विषयको पाठ्यपुस्तकको लेखन तथा परिमार्जन कार्यमा यिनै कुरालाई दृष्टिगत गरी पाठ्यवस्तु, अभ्यास र तिनको क्रम, चित्रको संयोजन र भाषिक सिपको उचित संयोजन गर्ने प्रयत्न गरिएको छ। यस पाठ्यपुस्तकको लेखन तथा सम्पादन नजरुल हुसेनबाट भएको हो। यसको विकास कार्यमा युवराज पौडेल, शेख अलि मञ्जर, अबुल कलाम, मुहम्मद सुलैमान, अतहर अलि, गुलाम रसुल मियाँ, अतर अली, फरमुद मिया, अब्दुल सलाम खान, शालिकराम भुसाल, पुरुषोत्तम घिमिरे, नारदप्रसाद धमला, कुलदिप जङ्गबहादुर गुरुङलगायतको विशेष योगदान रहेको छ। यस पुस्तकको लेआउट डिजाइन श्री खडोस सुनुवारबाट भएको हो। यो पाठ्यपुस्तकको विकासमा संलग्न सबैलाई पाठ्यक्रम विकास केन्द्र धन्यवाद प्रकट गर्छ।

पाठ्यपुस्तकलाई शिक्षण सिकाइको महत्वपूर्ण साधनका रूपमा लिइन्छ। अनुभवी मौलानाहरू र जिज्ञासु विद्यार्थीले पाठ्यक्रमद्वारा लक्षित सिकाइ उपलब्धिलाई विविध स्रोत र साधनको प्रयोग गरी अध्ययन अध्यापन गर्न सकिन्छ। यस पाठ्यपुस्तकलाई सकेसम्म क्रियाकलापमुखी र रुचिकर बनाउने प्रयत्न गरिएको छ तथापि अझै भाषाशैली, विषयवस्तु तथा प्रस्तुति र चित्राङ्कनका दृष्टिले कमीकमजोरी रहेका हुन सक्छन्। तिनको सुधारका लागि मौलाना, शिक्षक, विद्यार्थी, अभिभावक, बुद्धिजीवी एवम् सम्पूर्ण सरोकारवालाको समेत महत्वपूर्ण भूमिका रहने हुँदा सम्बद्ध सबैको रचनात्मक सुझावका लागि पाठ्यक्रम विकास केन्द्र हार्दिक अनुरोध गर्दछ।

نام کتاب	: دنیات برائے درجہ دہم
صفحات	: ۱۵۴
اشاعت	:
ناشر	: حکومت نیپال، وزارت تعلیم، سائنس و ٹکنالوجی مرکز برائے فروغ نصاب تعلیم، سانوٹھی، بھکت پور
حق طباعت	: جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں۔
پرینٹنگ	:
قیمت	:

فہرست مضامین

صفحہ	مضمون	سبق نمبر
1	حمد باری تعالیٰ	1
4	نعت رسول اللہ ﷺ	2
7	سورۃ نوح (مکی)	3
17	سورۃ الجن	4
31	سورۃ المزمل	5
42	جمع، ترتیب و تدوین قرآن	6
49	وحی، تفسیر اور مفسر	7
52	قرآن مجید کے مسلمانوں سے مطالبات	8
58	عقیدہ ختم نبوت اور اس کے تقاضے	9
65	حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ	10
74	ایام النووی کی الاربعین سے منتخب احادیث	11
93	صحیح بخاری کتاب الایمان سے دس منتخب احادیث	12
103	اصطلاحات حدیث	13
108	لباس	14
113	نکاح سے متعلق چند اہم امور	15
118	خطبہ نکاح	16
123	طلاق، عدت اور خلع کے احکام و مسائل	17
131	رضاعت اور اس کے احکام	18
135	تجارت کی قسمیں اور احکام	19
142	مشترکہ تجارت اور اس کے احکام	20
146	مزارعت	21

حمد باری تعالیٰ

مولانا الطاف حسین حالی



اے خدا! فضل و کرم تیرا اگر شامل نہ ہو
زندگی کا کارواں منزل پہ ہر گز نہ پہنچے

ہے زمیں تیری، فلک تیرا، ہوا تیرے حکم میں
سب ترے فرمان پر ہیں، ایک بھی منہ موڑ نہ سکے

تیری رحمت کا سمندر ہے کہ جس کی انتہا نہیں
بخش دے تو بندہ تیرا خطا سے بچ نہ سکے

سب ترے در کے فقیر اور سبھی تیرے گداگر
دے تو خالی ہاتھ کوئی تیرے در سے لوٹ نہ سکے

تشریح

- ۱۔ شاعر نے اللہ تعالیٰ کی عظمت اور قدرت کو بیان کیا ہے۔
- ۲۔ انسان اپنی زندگی میں کامیاب نہیں ہو سکتا جب تک اللہ کا فضل شامل نہ ہو۔
- ۳۔ زمین، آسمان اور ہوا اللہ کے حکم کے تابع ہیں۔
- ۴۔ اللہ کی رحمت ایک بے کنار سمندر کی مانند ہے جس کی انتہا نہیں۔
- ۵۔ سب انسان اللہ کے در کے محتاج ہیں، اور اس کے در سے کوئی خالی ہاتھ واپس نہیں آتا۔

مشق

(الف) جواب دیجیے:

- ۱۔ شاعر نے اللہ تعالیٰ کے فضل کو کیوں ضروری قرار دیا ہے؟
- ۲۔ زمین، آسمان اور ہوا کس کے حکم میں ہیں؟
- ۳۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت کو شاعر نے کس چیز سے تشبیہ دی ہے؟
- ۴۔ اللہ کے در بار سے کوئی خالی ہاتھ کیوں نہیں لوٹتا؟
- ۵۔ اس حمد سے ہمیں کیا سبق ملتا ہے؟

(ب) صحیح کے سامنے صحیح (✓) اور غلط کے سامنے غلط (×) کا نشان لگائیے:

- ۱۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور فضل سب سے چھوٹی نعمت ہیں۔ ()
- ۲۔ اللہ کے فضل کے بغیر بھی انسان کامیابی حاصل کر سکتا ہے۔ ()
- ۳۔ تمام مخلوق اللہ کے حکم کے تابع ہے۔ ()
- ۴۔ اللہ کے در سے کبھی کوئی خالی ہاتھ واپس نہیں آتا۔ ()
- ۵۔ سارے انسان اللہ کے در کے محتاج ہیں۔ ()

(ج) خالی جگہوں کو درست الفاظ سے پُر کیجیے:

- ۱۔ انسان اپنی زندگی میں کامیاب نہیں ہو سکتا جب تک _____ شامل نہ ہو۔
- ۲۔ زمین، آسمان اور ہوا سب _____ کے حکم کے تابع ہیں۔
- ۳۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت ایک _____ کی مانند ہے جس کی انتہا نہیں۔
- ۴۔ سب انسان اللہ کے در کے _____ ہیں۔

(د) مندرجہ ذیل الفاظ کے معنی لکھ کر اپنے جملے میں استعمال کیجیے:
فضل، کرم، فقیر، گداگر، فرمان

(ہ) درج ذیل اشعار کی مختصر تشریح تحریر کیجیے:

تیرا رحمت کا سمندر ہے کہ جس کی انتہا نہیں
بخش دے تو بندہ تیرا خطا سے بچ نہ سکے

سب ترے در کے فقیر اور سبھی تیرے گداگر
دے تو خالی ہاتھ کوئی تیرے در سے لوٹ نہ سکے

(و) تخلیقی مشق

- ۱۔ اپنی زبان میں پانچ جملے لکھیں جس میں آپ بیان کریں کہ اللہ کی رحمت آپ کی زندگی میں کیسے نظر آتی ہے۔
- ۲۔ پانچ جملے لکھیں جن میں اللہ کی حمد ہو۔

نعتِ رسول ﷺ

حفیظ میر ٹھی



بحر و بر پر چھا گئی عظمت رسول اللہ کی
مرحبا یہ شان، یہ شوکت رسول اللہ کی

پیروی باطل کی اور مدحت رسول اللہ کی
کیا منافق ہو گئی اُمت رسول اللہ کی

اہل ایماں پر ستم کی انتہا کرنے کے بعد
کفر نے تسلیم کی طاقت رسول اللہ کی

لہلہا اٹھیں عرب میں دینِ حق کی کھیتیاں
فضل ہے اللہ کا، محنت رسول اللہ کی

بزمِ ہستی کے لیے شمعِ فروزاں بن گئے
جن صحابہ کو ملی قربت رسول اللہ کی

اب مسلمانوں میں جانے کیوں نظر آتی نہیں
وہ حیا، وہ شرم، وہ غیرت رسول اللہ کی

آپ کا ظاہر حسین ہے، آپ کا باطن حسین
آئینہ ہے جلوت و خلوت رسول اللہ کی

جس کا جی چاہے کسی رُخ سے اٹھا کر دیکھ لے
کس قدر بے داغ ہے سیرت رسول اللہ کی

کیا کرے گا مال و زر لے کر حفیظ میر ٹھی
بخش دے یارب! اسے الفت رسول اللہ کی

مشق

(الف) جواب دیجیے:

- ۱۔ شاعر نے امتِ مسلمہ کے بارے میں کس کمزوری کا ذکر کیا ہے؟
- ۲۔ دینِ حق کی کھیتیاں کس کی محنت کا نتیجہ قرار دی گئی ہیں؟
- ۳۔ صحابہ کرام کو کون سا شرف حاصل ہوا؟
- ۴۔ نبی اکرم ﷺ کے ظاہر و باطن کو شاعر نے کس طرح بیان کیا ہے؟
- ۵۔ شاعر نے اللہ تعالیٰ سے آخر میں کیا دعا کی ہے؟

(ب) الفاظ کے معنی لکھیے:

- ۱۔ بحر و بر: _____
- ۲۔ مدحت: _____
- ۳۔ بزمِ ہستی: _____
- ۴۔ شمعِ فروزاں: _____
- ۵۔ جلوت و خلوت: _____

(ج) مندرجہ ذیل اشعار میں سے کسی دو کی تشریح کیجیے:

۱۔ ”بزمِ ہستی کے لیے شمعِ فروزاں بن گئے

جن صحابہ کو ملی قربت رسول اللہ کی“

۲۔ ”آپ کا ظاہر حسین ہے، آپ کا باطن حسین

آئینہ ہے جلوت و خلوت رسول اللہ کی“

۳۔ ”کیا کرے گا مال و زر لے کر حفیظ میر ٹھی

بخش دے یارب! اسے الفت رسول اللہ کی“

(د) خالی جگہوں کو مناسب الفاظ سے پُر کیجیے:

پیروی باطل کی اور _____ رسول اللہ کی

کیا منافق ہو گئی _____ رسول _____ کی

اب مسلمانوں میں جانے کیوں نظر آتی نہیں

_____ وہ حیا، وہ _____، وہ _____ رسول اللہ _____

جس کا جی چاہے کسی _____ سے اٹھا کر دیکھ لے

کس قدر بے _____ ہے سیرت رسول _____ کی

(ہ) نبی کریم ﷺ کی سیرتِ طیبہ کی وہ خوبیاں تحریر کیجیے جن تذکرہ اس نعت میں کیا گیا ہے۔

سورة نوح (مكي)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

اِنَّا اَرْسَلْنَا نُوحًا اِلَى قَوْمِهِ اَنْ اَنْذِرْ قَوْمَكَ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاتِيَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝۱ قَالَ يَقَوْمِ
اِنِّیْ لَكُمْ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۝۲ اِنْ اَعْبُدُوا اللّٰهَ وَاتَّقُوْهُ وَاَطِيعُوْنَ ۝۳ يَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ
وَيُؤَخِّرْكُمْ اِلَىٰ اَجَلٍ مُّسَمًّى ۝۴ اِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ اِذَا جَاءَ لَا يُؤَخَّرُ ۝۵ لَوْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝۶
قَالَ رَبِّ اِنِّیْ دَعَوْتُ قَوْمِي لَيْلًا وَنَهَارًا ۝۷ فَلَمْ يَزِدْهُمْ دُعَاۤیِیْ اِلَّا فِرَارًا ۝۸ وَاِنِّیْ كَلَّمَا
دَعَوْتُهُمْ لِتَغْفِرَ لَهُمْ جَعَلُوْا اَصَابِعَهُمْ فِیْ اُذُنِهِمْ وَاسْتَعْشَوْا ثِيَابَهُمْ وَاَصْرُوْا وَاَسْتَكْبَرُوْا
اَسْتِكْبَارًا ۝۹ ثُمَّ اِنِّیْ دَعَوْتُهُمْ جِهَارًا ۝۱۰ ثُمَّ اِنِّیْ اَعْلَنْتُ لَهُمْ وَاَسْرَرْتُ لَهُمْ اِسْرَارًا
۝۱۱ فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ۝۱۲ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا ۝۱۳ یُرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَیْكُمْ مِدْرَارًا ۝۱۴
وَيُمِدُّكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ وَّیَجْعَلُ لَكُمْ جَنَّتٍ وَّیَجْعَلُ لَكُمْ اَنْهَارًا ۝۱۵ مَا لَكُمْ لَا تَرْجُوْنَ
لِلّٰهِ وَقَارًا ۝۱۶ وَقَدْ خَلَقْكُمْ اَطْوَارًا ۝۱۷ اَلَمْ تَرَوْا كَيْفَ خَلَقَ اللّٰهُ سَبْعَ سَمُوٰتٍ طِبَاقًا ۝۱۸
وَجَعَلَ الْقَمَرَ فِیْهِنَّ نُورًا وَجَعَلَ الشَّمْسُ سِرَاجًا ۝۱۹ وَاللّٰهُ اَنْبَتَكُمْ مِنَ الْاَرْضِ نَبَاتًا ۝۲۰
ثُمَّ یُعِیْدُكُمْ فِیْهَا وَیُخْرِجُكُمْ اِحْرَاجًا ۝۲۱ وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ الْاَرْضَ بِسَاطًا ۝۲۲ لِتَسْلُكُوْا
مِنْهَا سُبُلًا فِجَاجًا ۝۲۳ قَالَ نُوحٌ رَبِّ اِنَّهُمْ عَصَوْنِیْ وَاتَّبَعُوْا مَنْ لَّمْ یَزِدْهُ مَالًا وَوَلَدًا اِلَّا
خَسَارًا ۝۲۴ وَمَكْرُوًا مَّكْرًا كُبَّرًا ۝۲۵ وَقَالُوْا لَا تَذَرُنَّ اِلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وُدَّآ وَلَا سُوَاعَاةَ
وَلَا یَعُوْثَ وَیَعُوْقَ وَنَسْرًا ۝۲۶ وَقَدْ اَضَلُّوْا کَثِیْرًا ۝۲۷ وَلَا تَزِدِ الظَّالِمِیْنَ اِلَّا ضَلٰلًا ۝۲۸ مِمَّا

حَطِيطَتِهِمْ أُغْرِقُوا فَأَدْخَلُوا نَارًا ۗ فَلَمْ يَجِدُوا لَهُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ أَنْصَارًا ﴿٣٥﴾ وَقَالَ نُوحٌ
رَبِّ لَا تَذَرْنِي عَلَى الْأَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِينَ دَيَّارًا ﴿٣٦﴾ إِنَّكَ إِن تَذَرَهُمْ يُضِلُّوا عِبَادَكَ وَلَا
يَلِدُوا إِلَّا فٰجِرًا كَفَّارًا ﴿٣٧﴾ رَبِّ اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَّ وَلِمَنْ دَخَلَ بَيْتِي مُؤْمِنًا وَلِلْمُؤْمِنِينَ
وَالْمُؤْمِنَاتِ ۗ وَلَا تَزِدِ الظَّالِمِينَ إِلَّا تَبَارًا ﴿٣٨﴾

سورۃ نوح (مکی)

اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان اور نہایت ہی رحم کرنے والا ہے

(۱) یقیناً ہم نے نوح (علیہ السلام) کو ان کی قوم کے پاس نبی بنا کر بھیجا ”کہ تم اپنی قوم کو ڈراؤ قبل اس کے کہ ان پر دردناک عذاب آئے“ (۲) انہوں نے اپنی قوم سے کہا ”اے میری قوم! میں تمہارے لیے صاف صاف خبردار کرنے والا ہوں“ (۳) کہ تم اللہ ہی کی عبادت کرو اور اسی سے ڈرو اور میرا کہنا مانو (۴) تو وہ تمہارے گناہ معاف کر دے گا اور تم کو ایک وقت مقررہ تک چھوڑ دے گا بے شک اللہ کا مقرر کیا ہوا وقت جب آجائے گا تو وہ ٹالا نہیں جائے گا کاش کہ تم ان باتوں کو سمجھتے (۵) (نوح علیہ السلام نے) کہا: اے میرے رب! میں نے اپنی قوم کے لوگوں کو رات و دن بلایا (۶) مگر میری پکار نے ان کے فرار ہی میں اضافہ کیا (۷) اور جب کبھی میں نے ان کو بلایا تاکہ اے رب تو انہیں معاف کر دے تو انہوں نے اپنے کانوں میں اپنی انگلیاں ڈال لیں اور اپنے کپڑے اپنے اوپر ڈال لیے اور کفر و شرک پر اصرار کیا اور بہت زیادہ تکبر کیا (۸) پھر میں نے آواز بلند ان کو بلایا (۹) پھر میں نے ان کو اعلانیہ بلایا اور ان کو چپکے چپکے بھی بلایا (۱۰) تو میں نے ان سے (یعنی اپنی قوم سے) کہا کہ اپنے رب سے اپنے گناہوں کی معافی مانگو یقیناً وہ بڑا بخشنے والا ہے (۱۱) اللہ کثرت سے تم پر بارش برسائے گا (۱۲) اور تمہارے مال اور اولاد میں ترقی عطا فرمائے گا اور

تمہیں باغات دے گا اور تمہارے لیے نہریں بہائے گا (۱۳) (میں نے ان سے یہ بھی کہا کہ تم کو کیا ہو گیا ہے کہ) ”تم اللہ کی بزرگی اور عظمت کے قائل نہیں ہو“ (۱۴) حالانکہ اس نے تم کو مختلف مراحل سے گزار کر طرح طرح سے بنایا ہے (۱۵) کیا تم کو معلوم نہیں کہ اللہ نے کس طرح اوپر تلے سات آسمان پیدا کیے ہیں (۱۶) اور ان میں چاند کو نور اور سورج کو چراغ بنایا (۱۷) اور اللہ نے تم کو زمین سے عجیب طرح اگایا (۱۸) پھر تم کو (مرنے کے بعد) اسی میں لوٹالے جائے گا اور پھر (روز قیامت) اسی سے باہر نکال لائے گا (۱۹) اور اللہ نے تمہارے لئے زمین کو فرش بنا دیا (۲۰) تاکہ تم اس کے کشادہ راستوں پر چلو پھرو (۲۱) نوح علیہ السلام نے کہا اے میرے رب انہوں نے (یعنی میری قوم نے) میری نافرمانی کی اور ایسے لوگوں کی اطاعت کی کہ جن کے مال اور اولاد نے ان کو نقصان ہی پہنچایا (۲۲) اور ان لوگوں نے بڑی بڑی چالیں چلیں (۲۳) اور انہوں نے (اپنے لوگوں سے) کہا کہ تم اپنے معبودوں کو ہر گز نہ چھوڑنا اور نہ چھوڑنا وہ کو نہ سواع اور نہ یغوث کو اور نہ یعوق کو اور نہ نسر کو (۲۴) اور ان (بڑے مجرمین نے) بہت سے لوگوں کو بہکا دیا (تو اب اے رب) ان ظالموں کی گمراہی اور بڑھا (۲۵) (تو بااخر ان لوگوں کا انجام یہ ہوا کہ) اپنے ہی گناہوں کے سبب غرق کر دیے گئے پھر دوزخ میں ڈال دیے گئے اور اللہ کے علاوہ انہوں نے کسی کو بھی اپنا مددگار نہ پایا (۲۶) اور نوح (علیہ السلام) نے کہا کہ اے میرے رب کافروں میں سے کسی بھی کافر کو زمین پر رہنے سہنے والا نہ چھوڑ (۲۷) (کیونکہ) اگر تو نے ان کو زمین پر رہنے دیا تو یہ تیرے بندوں کو گمراہ ہی کریں گے اور یہ سب کے سب فاسق و فاجر اور کافر اولاد ہی پیدا کریں گے (۲۸) اے میرے رب مجھ کو اور میرے ماں باپ کو اور جو مومن ہونے کی حالت میں میرے گھر میں داخل ہو جائے اور تمام مومن مردوں اور مومن عورتوں کو بخش دے اور ان ظالموں کی ہلاکت میں اضافہ ہی فرما۔

بعض الفاظ کے معنی اور تشریح:

أَنْذِرُ: ڈراؤ (یہ لفظ فعل امر ہے اس کا ماضی أَنْذَرَ، مضارع يُنذِرُ مصدر ہے إِنْذَارٌ)

عَذَابٌ أَلِيمٌ: دردناک عذاب (یہ ترکیب تو صیغی ہے۔)

يَا قَوْمِ: اے میری قوم کے لوگو (یہ لفظ اصل میں يَا قَوْمِي ہے)

نَذِيرٌ مُّبِينٌ: کھلم کھلا ڈرانے والا

أَطِيعُونَ: میری اطاعت کرو (یہ فعل امر ہے اس کا ماضی ہے أَطَاعَ اور مضارع يُطِيعُ مصدر إِطَاعَةٌ،

نِ اِصْل میں نی ہے۔ یعنی أَطِيعُونِي.)

ذَنْبٌ: گناہ (جمع ذُنُوبٌ)

يُؤَخِّرْكُمْ: مہلت دے گا تم لوگوں کو (یہ فعل مضارع ہے اس کا ماضی أَخَّرَ مصدر تَأْخِيرٌ)

أَجَلٌ: مدت (جمع أَجَالٌ)

مُسَمًّى: مقرر (یہ اسم مفعول ہے۔)

دَعَوْتُ: میں نے بلایا (اس کا ماضی دَعَا مضارع يَدْعُو مصدر دُعَاءٌ)

فَلَمْ يَزِدْ: تو زیادہ نہ کیا (ماضی زادَ مضارع يَزِيدُ مصدر زِيَادَةٌ)

كُلَّمَا: جب بھی

جَعَلُوا: انہوں نے ڈال لیا (ماضی جَعَلَ مضارع يَجْعَلُ مصدر جَعْلًا)

أَصَابِعُ: انگلیاں (یہ جمع ہے اس کا واحد ہے إِصْبَعٌ)

أَذَانٌ: کان (یہ لفظ جمع ہے اس کا واحد أُذُنٌ)

اسْتَغْشَوْا: انہوں نے ڈھانپ لیا (یہ فعل ماضی ہے مضارع يَسْتَغْشِي مصدر اسْتِغْشَاءٌ)

ثِيَابٌ: کپڑے (یہ لفظ جمع ہے اس کا واحد ثَوْبٌ ہے)

أَصْرُوا: انہوں نے اصرار کیا (یہ فعل ماضی ہے اس کا مضارع يُصِرُّ مصدر ہے إِصْرًا)

اسْتَكْبَرُوا: انہوں نے تکبر کیا (یہ فعل ماضی ہے اس کا مضارع يَسْتَكْبِرُ مصدر استِكْبَارًا)

جَهَارًا: اعلانیہ (یہ لفظ مصدر ہے اس کا ماضی جَهَرَ مضارع يَجْهَرُ)

أَعْلَنْتُ: میں نے کھلم کھلا بلایا (یہ فعل ماضی اس کا مضارع يُعْلِنُ مصدر ہے إِعْلَانًا)

أَسْرَزْتُ: میں نے چپکے چپکے بات کی (اس کا مضارع يُسِرُّ مصدر إِسْرَارًا)

مِدْرَارًا: موسلا دھار بارش (اسم ہے جو مذکر اور مؤنث دونوں استعمال ہوتا ہے اس کا ماضی دَرَّ ہے یعنی زور سے مینہ کا برسنا یا تسلسل کے ساتھ آنسوؤں کا نکلنا)

بَيْنَ: بیٹے (یہ جمع ہے اس کا واحد ہے ابْنٌ)

جَنَاتٌ: باغات (یہ جمع ہے اس کا واحد ہے جَنَّةٌ)

لَا تَرْجُونَ: تم امید نہیں رکھتے (یہ مضارع کا صیغہ ہے اس کا ماضی رَجَا مصدر رَجَاءٌ)

وَقَارًا: بڑائی کبریائی اور عظمت

أَطْوَارًا: طرح طرح سے (یہ لفظ جمع ہے اس کا واحد طَوْرٌ)

طِبَاقًا: تہ تہ (یہ لفظ مصدر ہے اس کا ماضی طَبَقَ مضارع ہے يَطْبُقُ)

مِسْرَاجٍ: چراغ

أَنْبَتَكُمْ: تم کو اگایا (یہ ماضی ہے اس کا مضارع يُنْبِتُ مصدر انْبَاتٌ)

يُعِيدُكُمْ: تم کو لوٹائے گا (یہ فعل مضارع ہے اس کا ماضی أَعَادَ مصدر إِعَادَةٌ)

يُخْرِجُكُمْ: تم کو نکالے گا (یہ مضارع ہے اس کا ماضی أَخْرَجَ مصدر إِخْرَاجٌ)

بِسَاطًا: بچھونا

لِتَسْلُكُوا: تاکہ تم چل سکو (اس کا ماضی سَلَكَ ہے مضارع يَسْلُكُ مصدر سُلُوْكَ)

فَجَاجًا: کشادہ

عَصَوْنِي: میری نافرمانی (اس کا ماضی ہے عَصَى مضارع يَعْصِي مصدر عَصِيَانًا)

اتَّبَعُوا: انہوں نے پیروی کی (مصدر اتَّبَاعًا، ماضی اتَّبَعَ، مضارع يَتَّبِعُ)

مَكَرُوا: انہوں نے چال چلی (یہ ماضی اس کا مضارع يَمَكُرُ مصدر مَكَرٌ)

كُبَارًا: بہت بڑی (یہ لفظ مبالغہ کا صیغہ ہے ماضی كَبُرَ مضارع يَكْبُرُ)

لَا تَذَرُنَّ: تم ہر گز نہ چھوڑو (ماضی وَذَرَ مضارع يَذَرُ مصدر وَذَرًا)

سَوَاعٍ، يَغُوْثٌ، يَعُوْقُ، نَسْرٌ یہ سب ان کے اگلے بزرگوں کے نام ہیں جنہیں ان کے مرنے کے بعد بت بنا کر پوجنا شروع کر دیا تھا۔

دِيَارًا: زمین پر بسنے والے انسان

فَاجِرًا: فسق و فجور کرنے والا شخص

تَبَارًا: ہلاکت و تباہی (یہ مصدر ہے اس کا ماضی تَبَى اور مضارع يَتَّبِرُ معنی ہلاک ہونا۔)

مختصر تشریح و خلاصہ سورۃ نوح

سورہ نوح مکی سورہ ہے یہ ایکترویں سورہ ہے جو انتیسویں پارہ میں آئی ہے۔ اس سورہ میں ۲۸ آیات ہیں یہ سورہ اس دور میں نازل ہوئی تھی جب مکہ میں دعوت و تبلیغ کے جواب میں قریش مکہ نے ہٹ ہٹ دھرمی اختیار کر لی تھی اور ہر بات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کر رہے تھے۔ یہ

دعوت کا ابتدائی دور تھا اس سورہ پاک میں اللہ تعالیٰ نے قریش مکہ کو اور پھر پوری دنیا کے انسانوں کو یہ بتایا ہے کہ جب کوئی قوم نبیوں کی دعوت کو ٹھکرا دیتی ہے تو بالآخر اس پر اللہ کا عذاب واجب ہو جاتا ہے۔ سورہ نوح میں اللہ کے برگزیدہ نبی حضرت نوح علیہ السلام کی دعوت کی سرگزشت سنا کر بتایا گیا ہے کہ جس طرح قوم نوح اپنی نافرمانی کی وجہ سے عذاب الہی کا شکار ہوئی اسی طرح اے اہل مکہ اگر تم نے بھی اس دعوت کو رد کر دیا تو تم بھی اللہ کے عذاب سے نہ بچ سکو گے۔ یہی بات اس سورہ کا شان نزول ہے۔

آیت نمبر ایک سے آیت نمبر پانچ تک میں بتایا گیا ہے کہ اللہ نے اپنے نبی حضرت نوح علیہ السلام کو ان کی قوم کی طرف رسول بنا کر بھیجا اس ہدایت کے ساتھ کہ اپنی قوم کو اللہ کے عذاب سے ڈراؤ، حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کے سامنے اپنا تعارف کرایا کہ میں اللہ کی جانب سے تمہاری طرف نبی بنا کر بھیجا گیا ہوں، تمہارے لیے میرے پاس اللہ کا یہ پیغام ہے کہ صرف ایک اللہ کی عبادت کرو اور صرف اسی سے ڈرو اور میری بات مانو۔ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کے سامنے انہیں تین باتوں کی دعوت پیش کی، جن میں حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کے سامنے اپنی مکمل دعوت پیش کر دی، پھر اس دعوت کو قبول کرنے کا فائدہ بتایا کہ اگر تم نے میری دعوت قبول کر لی تو اللہ تمہارے گناہ معاف کر دے گا اور ایک متعین مدت تک تم کو مہلت دے گا۔ جب کسی قوم کا مقررہ وقت آجائے تو پھر اس سے عذاب کو ٹالا نہیں جاتا۔ ان باتوں کے بعد حضرت نوح علیہ السلام کی وہ دعا منقول ہوئی ہے جو آپ نے ایک طویل مدت یعنی ساڑھے نو سو سال قوم کو دعوت دینے کے بعد اللہ سے کی۔ اس مدت میں حضرت نوح علیہ السلام نے مختلف طریقے سے اپنی قوم کو سمجھایا، اللہ کی عبادت کی دعوت دی اور قوم نے الٹا جواب دیا اور پھر اس قوم پر دردناک عذاب نازل ہوا۔ اس کی تفصیل قرآن کی دیگر سورتوں میں بھی ہے۔

آیت نمبر پانچ کے بعد جو ہدایات دی گئی ہیں ان کا خلاصہ حسب ذیل ہے:

حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے رب سے فریاد کی کہ میرے رب! میں نے شب و روز اپنی قوم کو پکارا مگر اس نے بات سن کر نہ دی، بلکہ راہ فرار اختیار کر لی، جب جب میں نے قوم کو پکارا تب تب میری قوم کے لوگوں نے اپنے کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیں، اپنے کپڑوں سے اپنے منہ ڈھانپ لیے، اپنی باغیانہ روش پر اڑ گئے اور بہت زیادہ تکبر کیا۔ میں نے خفیہ طور پر اور اعلانیہ طور پر بھی ان کو دعوت دی، اللہ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگنے پر ان کو ابھارا، اللہ پر ایمان لانے اور صالح عمل اختیار کرنے پر اللہ کے فضل و مہربانی کا خردہ سنایا، اللہ نے کن مرحلوں سے گزار کر ان کو پیدا کیا اس کی بھی یاد دہانی کرائی، اللہ نے سات آسمانوں کو اور سورج اور چاند کو کیسے پیدا کیا اور ان کے فائدے کے لیے کن کن چیزوں کو پیدا کیا۔ ان ساری باتوں پر اور ان کو اپنی تخلیق پر بھی غور کرنے کی دعوت دی، اللہ نے کیسے ان کو مٹی سے بنایا اور پھر ان کو اسی مٹی میں مل جانا ہے زمین کو کیسے بچھونا بنایا تاکہ وہ آسانی سے چل پھر سکیں، ان ساری نصیحتوں کے بعد بھی قوم کے لوگوں نے بات نہ مانی تو حضرت نوح علیہ السلام نے اللہ سے فریاد کی کہ اے میرے رب! میری قوم نے مجھے جھٹلادیا، میری بات نہ مانی، بلکہ ایسے لوگوں کی بات مانی جنہوں نے ان کو نقصان ہی سے دوچار کیا، میری قوم نے میرے خلاف خوب چالیں چلیں اور اپنے معبودان باطل کو ترک نہ کرنے کا اعلان کیا، قوم کے گمراہ لیڈروں نے پوری قوم کو گمراہ کر دیا۔ حضرت نوح علیہ السلام کی اس بددعا کا بھی اللہ نے ذکر کیا کہ جس میں یہ عرض کیا گیا ہے کہ اللہ زمین پر کسی کافر کو زندہ نہ چھوڑے، کیونکہ اب یہ نسل در نسل کافر ہی پیدا کریں گے۔ آخر میں اللہ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ نے اس قوم کو ان کی غلطیوں کے پاداش میں غرق کر دیا، کوئی بھی ان کا حامی و مددگار نہ ہو۔

حضرت نوح علیہ السلام نے اہل ایمان کے حق میں اللہ سے دعا کی کہ میرے رب! مجھے، میرے والدین اور تمام اہل ایمان کی بخشش فرمادے اور ظالموں کو کیفر کردار تک پہنچادے۔

اس سورہ کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی آخری حد تک قوم کو راہ ہدایت پر لانے کی کوشش

کرتا ہے اور جب امید کے سارے راستے مسدود ہو جاتے ہیں اور یقین ہو جاتا ہے کہ اب حجت پوری ہو گئی، اب یہ قوم ایمان لانے والی نہیں ہے تو وہ معاملہ اللہ کے حوالے کر دیتا ہے پھر اس قوم پر اللہ کا عذاب نازل ہوتا ہے اور اللہ اپنے نبی اور اس پر ایمان لانے والوں کو بچا لیتا ہے۔

مشق

(الف) جواب دیجیے:

- ۱۔ سورہ نوح کہاں نازل ہوئی؟
- ۲۔ جب کوئی نبی دعوت دین کو لے کر اٹھتے تھے تو سب سے پہلے کون لوگ مخالفت کرتے تھے؟ اور کیوں؟
- ۳۔ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم ایک اللہ کو چھوڑ کر کن بتوں کو پوجا کرتی تھی؟
- ۴۔ حضرت نوح علیہ السلام نے کس کس طرح اپنی قوم کو دعوت دی؟
- ۵۔ جب کوئی قوم اللہ پر اور نبی پر ایمان لے آتی ہے اور عمل صالح اختیار کرتی ہے تو اس کے ساتھ اللہ جل جلالہ کیا معاملہ فرماتا ہے؟
- ۶۔ جب کوئی قوم نبی کی دعوت کو ٹھکرا دیتی ہے تو اللہ اس قوم کے ساتھ کیا معاملہ فرماتا ہے؟
- ۷۔ نَذِيرٌ مُّبِينٌ کا مطلب واضح کیجیے۔
- ۸۔ اسْتَغْشَوْا ثِيَابَهُمْ کا کیا مطلب ہے؟
- ۹۔ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کی ہلاکت کی بددعا کیوں کی؟

۱۰۔ اللہ نے زمین کو ہمارے لیے بچھونا بنایا اس جملے کا مطلب واضح کیجیے۔

(ب) مندرجہ ذیل آیات کی مختصر تشریح کیجئے؟

فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ إِنَّهُ كَانَ غَفَّارًا ﴿۱۰﴾ يُرْسِلِ السَّمَاءَ عَلَيْكُمْ مِدْرَارًا ﴿۱۱﴾ وَيُمْدِدْكُمْ

بِأَمْوَالٍ وَبَنِينَ وَيَجْعَلْ لَكُمْ جَنَّاتٍ وَيَجْعَلْ لَكُمْ أَنْهَارًا ﴿۱۲﴾

(ج) اس سورہ سے جو اسباق آپ نے سیکھے ہوں وہ ترتیب وار تحریر کیجئے۔

(د) حضرت نوح علیہ السلام اور ان کی قوم کے واقعہ میں قریش مکہ کے لیے کیا تنبیہات ہیں؟

سورة الجن (مكي)

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ○

قُلْ أُوحِيَ إِلَيَّ أَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ فَقَالُوا إِنَّا سَمِعْنَا قُرْآنًا عَجَبًا ۖ ١ يَهْدِي إِلَى الرُّشْدِ فَآمَنَّا بِهِ ۗ وَلَنْ نُشْرِكَ بِرَبِّنَا أَحَدًا ۖ ٢ وَأَنَّهُ تَعَلَّى جَدًّا رَبِّنَا مَا اتَّخَذَ صَاحِبَةً وَلَا وَلَدًا ۖ ٣ وَأَنَّهُ كَانَ يَفُولُ سَفِيهُنَا عَلَى اللَّهِ شَطَطًا ۖ ٤ وَأَنَا ظَنَنَّا أَن لَّنْ نَقُولَ الْإِنْسَ وَالْجِنَّ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا ۖ ٥ وَأَنَّهُ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ الْإِنْسِ يَعُوذُونَ بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ فَزَادُوهُمْ رَهَقًا ۖ ٦ وَأَنَّهُمْ ظَنُّوا كَمَا ظَنَنْتُمْ أَن لَّنْ يَبْعَثَ اللَّهُ أَحَدًا ۖ ٧ وَأَنَا لَمَسْنَا السَّمَاءَ فَوَجَدْنَاهَا مُلِئَتْ حَرَسًا شَدِيدًا وَشُهَبًا ۖ ٨ وَأَنَا كُنَّا نَقْعُدُ مِنْهَا مَقَاعِدَ لِلسَّمْعِ ۖ فَمَنْ يَسْتَمِعِ الْآنَ يَجِدْ لَهُ شِهَابًا رَّصَدًا ۖ ٩ وَأَنَا لَا نَدْرِي أَشَرٌّ أُرِيدَ بِمَنْ فِي الْأَرْضِ أَمْ أَرَادَ بِهِمْ رَبُّهُمْ رَشَدًا ۖ ١٠ وَأَنَا مِنَّا الصَّالِحُونَ وَمِنَّا دُونَ ذَلِكَ ۖ كُنَّا ظَرَائِقَ قَدَدًا ۖ ١١ وَأَنَا ظَنَنَّا أَن لَّنْ نُعْجِزَ اللَّهَ فِي الْأَرْضِ وَلَنْ نُّعْجِزَهُ هَرَبًا ۖ ١٢ وَأَنَا لَمَّا سَمِعْنَا الْهُدَىٰ آمَنَّا بِهِ ۗ فَمَنْ يُؤْمِنُ بِرَبِّهِ فَلَا يَخَافُ بَخْسًا وَلَا رَهَقًا ۖ ١٣ وَأَنَا مِنَّا الْمُسْلِمُونَ وَمِنَّا الْقَاسِطُونَ ۖ فَمَنْ أَسْلَمَ فَأُولَئِكَ تَحَرَّوْا رَشَدًا ۖ ١٤ وَأَمَّا الْقَاسِطُونَ فَكَانُوا لِجَهَنَّمَ حَطَبًا ۖ ١٥ وَأَنْ لَّوِ اسْتَقَامُوا عَلَى الطَّرِيقَةِ لَأَسْقَيْنَهُمْ مَّاءً غَدَقًا ۖ ١٦ لِنَفْتِنَهُمْ فِيهِ ۗ وَمَنْ يُعْرِضْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهِ يَسْلُكْهُ عَذَابًا صَعَدًا ۖ ١٧ وَأَنَّ الْمَسْجِدَ لِلَّهِ فَلَا تَدْعُوا مَعَ اللَّهِ أَحَدًا ۖ ١٨ وَأَنَّهُ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللَّهِ يَدْعُوهُ كَادُوا يَكُونُونَ عَلَيْهِ

لَبَدًا ۱۹ ط قُلْ إِنَّمَا أَدْعُوا رَبِّي وَلَا أُشْرِكُ بِهِ أَحَدًا ۲۰ قُلْ إِنِّي لَا أَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَلَا رَشَدًا ۲۱ قُلْ إِنِّي لَنْ يُجِيرَنِي مِنَ اللَّهِ أَحَدٌ وَلَنْ أَجِدَ مِنْ دُونِهِ مُلْتَحَدًا ۲۲ إِلَّا بَلَاغًا مِّنَ اللَّهِ وَرِسَالَاتِهِ ۗ وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَإِنَّ لَهُ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدًا فِيهَا أَبَدًا ۲۳ حَتَّىٰ إِذَا رَأَوْا مَا يُوعَدُونَ فَيَسْئَلُونَ مَنْ أضعف ناصِرًا وَأَقَلُّ عَدَدًا ۲۴ قُلْ إِنَّ أَدْرِي أَقْرَبُ مَّا تُوعَدُونَ أَمْ يَجْعَلُ لَهُ رَبِّي أَمَدًا ۲۵ عِلْمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلَىٰ غَيْبِهِ أَحَدًا ۲۶ إِلَّا مَنِ ارْتَضَىٰ مِنْ رَسُولٍ فَإِنَّهُ يَسْلُكُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَيَمْنُ خَلْفِهِ رَصَدًا ۲۷ لِيَعْلَمَ أَنْ قَدْ أَبْلَغُوا رَسُولًا رَبَّهُمْ وَأَحَاطَ بِمَا لَدَيْهِمْ وَأَحْصَىٰ كُلَّ شَيْءٍ عَدَدًا ۲۸

سورۃ الجن (مکی)

(۱) (اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کہ دیں کہ میری طرف وحی بھیجی گئی ہے کہ جنات میں سے ایک جماعت نے غور سے قرآن سنا، (پھر اپنی قوم میں واپس جا کر) کہا کہ بے شک ہم نے عجیب قرآن سنا ہے۔ (۲) جو راہ راست بتاتا ہے، اس لیے ہم تو اس پر ایمان لے آئے اور اب ہم ہر گز اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کریں گے۔ (۳) اور (انہوں نے یہ بھی بیان کیا کہ) بے شک ہمارے پروردگار کی شان بہت اعلیٰ و ارفع ہے اس نے نہ تو کسی کو (اپنی) بیوی بنایا ہے اور نہ ہی بیٹا (۴) اور یہ کہ ہمارے بعض نادان لوگ اللہ کے بارے میں بہت ہی خلاف حق بات کہتے رہے ہیں۔ (۵) اور یہ کہ ہم نے سمجھا تھا کہ انسان اور جن کبھی بھی اللہ کے بارے میں جھوٹ نہیں بول سکتے۔ (۶) اور یہ کہ انسانوں میں سے کچھ لوگ جنات میں سے بعض لوگوں کی پناہ لیا کرتے تھے سوان آدمیوں نے جنات کی بددماغی کو اور بڑھا دیا تھا۔ (۷) اور (تم جنوں) نے ویسا ہی خیال کر رکھا تھا جیسا ان انسانوں

نے خیال کر رکھا تھا کہ اللہ تعالیٰ دوبارہ کسی کو زندہ ہر گز نہ کرے گا۔ (۸) اور ہم نے آسمان کو ٹٹولا تو دیکھا کہ وہ سخت پہرے داروں اور آگ کے شعلوں سے بھرا ہوا ہے۔ (۹) اور یہ کہ پہلے ہم سن گن لینے کے لیے آسمانوں میں بیٹھنے کی جگہ پالیتے تھے، سواب جو کوئی آسمانی خبریں سننا چاہے گا تو اپنے لیے ایک شعلہ کو گھات میں پائے گا۔ (۱۰) اور بے شک ہم یہ نہیں جانتے کہ زمین والوں کے ساتھ کیا کوئی برا معاملہ کرنے کا ارادہ کیا گیا ہے یا ان کا رب انہیں راہ راست دکھانا چاہتا ہے۔ (۱۱) اور بے شک ہم میں کچھ نیکو کار ہیں اور بعض اس کے علاوہ (یعنی بد ہیں) ہم مختلف طریقوں میں بٹے ہوئے تھے۔ (۱۲) اور ہمارا یقین ہے کہ ہم زمین میں پر ہر گز اللہ کو عاجز نہیں کر سکتے اور نہ کہیں بھاگ کر اسے ہرا سکتے ہیں (۱۳) اور ہم نے جب ہدایت کی بات سنی تو ہم نے اس کا یقین کر لیا یعنی اس پر ایمان لے آئے تو جو کوئی اپنے رب پر ایمان لے آئے گا تو اس کو نہ کسی کمی کا اندیشہ ہو گا اور نہ کسی زیادتی کا (۱۴) اور ہم میں بعض لوگ تو مسلمان ہو گئے ہیں اور بعض بے راہ ہیں، تو جو مسلمان ہو گیا تو اس نے بھلائی کا راستہ ڈھونڈ لیا (۱۵) اور رہے وہ لوگ جو گمراہ ہیں تو وہ دوزخ کے ایندھن بننے والے ہیں (۱۶) اور (اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو) یہ بات بتا دیجئے کہ مجھ پر یہ وحی کی گئی ہے کہ یہ لوگ اگر راہ راست پر ثابت قدمی سے چلتے رہے تو ہم انہیں بافراغت پانی سے سیراب کرتے رہیں گے (۱۷) تاکہ ہم اس میں ان کا امتحان لیں اور جو شخص اپنے پروردگار کی یاد سے روگردانی کرے گا تو وہ (اللہ تعالیٰ) اس کو سخت عذاب میں مبتلا کرے گا (۱۸) اور (یہ بات وحی کے ذریعے ان سے بتائی گئی ہے کہ) بے شک مساجد اللہ کی عبادت کے لیے خاص ہیں سو اللہ کے ساتھ کسی کو مت پکارو (۱۹) اور جب اللہ کا بندہ (یعنی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم) اس کی عبادت کرنے کے لیے کھڑا ہوتا ہے تو (کافر) لوگ اس بندے پر بھیڑ لگا کر پل پڑتے ہیں (۲۰) اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم (آپ کہہ دیجیے کہ میں تو

صرف اپنے پروردگار کو پکارتا ہوں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتا (۲۱) (اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم) کہ دیجیے کہ بلاشبہ میں تمہارے کسی نقصان یا بھلائی کا مالک نہیں ہوں (۲۲) (اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم) کہہ دیجیے اگر میں (خدا نہ خواستہ ایسا کروں تو) مجھ کو اللہ کے غضب سے کوئی نہیں بچا سکتا اور نہ میں اس کے سوا کوئی پناہ کی جگہ پاسکتا ہوں (۲۳) ہاں اللہ کی طرف سے اللہ کا پیغام پہنچا دینا میری ذمہ داری ہے اور جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کریں گے تو یقیناً ایسے لوگوں کے لیے دوزخ کی آگ ہے جس میں وہ ہمیشہ ہمیش رہیں گے (۲۴) (لیکن یہ منکرین حق اپنی نادانی سے باز نہ آئیں گے) یہاں تک کہ جب اس چیز کو دیکھ لیں گے جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے اس وقت وہ جان لیں گے کہ کس کا مددگار کمزور ہے اور کس کی جماعت کم ہے (۲۵) (اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم) کہہ دیجیے کہ مجھ کو معلوم نہیں کہ جس چیز کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے آیا وہ نزدیک ہے یا تیرے پروردگار نے اس کے لیے مدت دراز مقرر کر رکھی ہے (۲۶) غیب کا جاننے والا وہی اللہ ہے سو وہ اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا (۲۷) ہاں مگر ایسے کسی برگزیدہ پیغمبر کو اس طرح اطلاع دیتا ہے کہ اس کے آگے اور پیچھے محافظوں کو لگا دیتا ہے (۲۸) (اور یہ انتظام اس لیے کیا جاتا ہے) تاکہ وہ جان لے کہ انہوں نے اپنے پروردگار کے پیغام کو پہنچا دیا ہے اور وہ ان تمام احوال کا احاطہ کیے ہوئے ہے اور اس کو ہر چیز کی گنتی معلوم ہے۔

بعض الفاظ کے معانی اور تشریح:

أَوْحِيَ: وحی کی گئی (یہ فعل ماضی مجہول ہے، اس کا ماضی معروف ہے أَوْحَى اور مضارع ہے يُوحِي مصدر إِيحَاءً)

نَفَرٌ: ایک جماعت۔

اسْتَمَعَ: غور سے سنا (یہ فعل ماضی ہے۔ مضاعٍ یَسْتَمِعُ مصدرٍ اسْتَمَاعاً)

آمَنَّا: ہم ایمان لائے (یہ فعل ماضی ہے اور جمع متکلم کا صیغہ ہے۔ مضاعٍ یُؤْمِنُ مصدرٍ إِيمَانًا)

تَعَالَى: برتر ہے (یہ فعل ماضی ہے)

جَدُّ: شان۔

صَاحِبَةٌ: بیوی (جمع صَاحِبَاتٌ)

سَفِيهَةٌ: بیوقوف، احمق (جمع سَفِهَاءٌ)

شَطَطًا: بڑھا چڑھا کر غلط بات کرنا، دوسرا معنی ظلم کرنا۔ یہ مصدر ہے (اس کا ماضی شَطَطٌ، مضارع

يَشْطُطُ)

رَهَقًا: کسی پر ظلم کرنا، تہمت لگانا، یا برا بیچھتہ کرنا، یہ مصدر ہے (اس کا ماضی رَهَقَ، مضارع يَرْهَقُ)

مُلِئْتُ: بھرا ہوا (یہ فعل ماضی مجہول ہے)

حَرَسًا: پہرے دار (یہ جمع ہے اس کا واحد حَارِسٌ ہے)

شُهَبًا: آگ کے شعلے (یہ جمع ہے اس کا واحد شِهَابٌ ہے)

كُنَّا نَقْعُدُ: ہم بیٹھتے تھے (یہ فعل مضارع ہے، اس کا ماضی قَعَدَ (بیٹھنا) مضاعٍ يَقْعُدُ مصدرٍ فُقُودًا)

المقَاعِدُ: بیٹھنے کی جگہ (یہ جمع ہے اس کا واحد مَقْعَدٌ ہے)

رَصَدًا: گھات، چھپنے کی جگہ۔

لَا نَدْرِي: ہم نہیں جانتے (یہ فعل مضارع منفی ہے، اس کا ماضی دَرَى مصدرٍ دِرَايَةً)

أُرِيدُ: ارادہ کیا گیا (فعل ماضی مجہول، أَرَادَ فعل ماضی معروف، مضارع يُرِيدُ مصدرٍ إِرَادَةً)

الصَّالِحُونَ : نیک لوگ (یہ اسم فاعل جمع ہے۔ اس کا ماضی صَلَّحَ، مضارع يَصْلُحُ، معنی اچھا ہونا، مناسب ہونا۔ مصدر صَلَّاحًا)
 دُونَ ذَلِكَ : اس کے علاوہ۔

طَّرِيقُ : راستے (یہ جمع ہے اس کا واحد الطَّرِيقُ۔)
 لَنْ نُعْجِزَ : ہم ہرگز عاجز نہیں کر سکتے (ماضی أَعْجَزَ، مضارع يُعْجِزُ، مصدر إِعْجَازًا)
 هَرَبًا : بھاگ کر (یہ مصدر ہے۔ ماضی هَرَبَ، مضارع يَهْرُبُ۔)
 بَخْسًا : کمی، نقصان، قلت۔

الْقَاسِطُونَ : گنہگار، حق سے ہٹا ہوا (یہ لفظ جمع ہے واحد القَاسِطِ)
 تَحَرَّوْا : انہوں نے ارادہ کیا (یہ جمع کا صیغہ ہے۔ اس کا مضارع يَتَحَرَّوْنَ معنی: کسی چیز کی حقیقت کو تلاش کرنا۔ مصدر تَحَرَّيًّا)
 حَطَبًا : لکڑی، ایندھن، جمع حُطَبٌ

اسْتَقَامُوا : وہ سیدھی راہ پر قائم رہے (یہ فعل ماضی کا جمع کا صیغہ ہے۔ مضارع يَسْتَقِيمُ، مصدر اسْتِقَامَةٌ)

أَسْقَيْنَاهُمْ : ہم نے انہیں پلایا (ماضی أَسْقَى، مضارع يُسْقِي، مصدر إِسْقَاءً)
 غَدَقًا : وافر مقدار میں (غَدَقًا یہ مصدر ہے۔ ماضی غَدَقَ، مضارع يَغْدِقُ)
 لِنَفْتِنَهُمْ : تاکہ ہم انہیں آزمائیں (ماضی فَتَنَ، مضارع يَفْتِنُ، مصدر فَتْنَةٌ)
 يُعْرِضُ : منہ پھیرتا ہے (ماضی أَعْرَضَ، مضارع يُعْرِضُ، مصدر إِعْرَاضًا)
 صَعْدًا : سخت

لَبَدًا: حلقہ در حلقہ، گتھم گتھا ہو کر (ماضی لَبَدَ، مضارع يَلْبُدُ، مصدر لُبُودًا / لَبَدًا)

يُجِيرُ: پناہ دیتا ہے، (يُجِيرُ یہ مضارع ہے۔ ماضی أَجَارَ مصدر اِجَارَةٌ)

مُلْتَحَدًا: پناہ کی جگہ، (مُلْتَحَدًا ظرف مکان ہے، ماضی التَّحَدَ، مضارع يَلْتَحِدُ، مصدر التَّحَادًا)

بَلَاغًا: پیغام پہنچانا (یہ مصدر ہے۔ ماضی بَلَغَ، مضارع يَبْلُغُ، مصدر بَلَاغًا)

رِسَالَاتٍ: پیغامات۔ واحد رِسَالَةٌ۔

يَعْصِي: نافرمانی کرتا ہے (یہ مضارع ہے۔ اس کا ماضی عَصَى، مصدر عَصِيَانًا)

أَضْعَفُ: زیادہ کمزور (یہ اسم تفضیل ہے۔ ماضی ضَعَفَ، مضارع يَضْعُفُ)

أَمَدًا: لمبی مدت۔

إِرْتَضَى: اس نے پسند کیا (یہ فعل ماضی ہے۔ مضارع يَرْتَضِي، مصدر اِرْتِضَاءً)

أَحَاطَ: اس نے گھیر رکھا ہے (یہ فعل ماضی ہے۔ مضارع يُحِيطُ، مصدر اِحَاطَةً)

أَحْصَى: اس نے شمار کیا (یہ فعل ماضی ہے۔ مضارع يُحْصِي، مصدر اِحْصَاءً)

سورہ کی مختصر تشریح اور خلاصہ

سورہ جن کی سورہ ہے اور یہ قرآن کی بہترین سورہ ہے جو پارہ نمبر ۲۹ میں ہے۔ اس میں ۲۸ آیت ہیں۔

زمانہ نزول: روایت میں آتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تبلیغ دین کے لیے عکاظ کے میلے کی طرف محو سفر تھے۔ ایک جگہ جس کا نام نخلہ ہے رات گزاری اور صبح اٹھ کر صبح کی نماز ادا کی آپ کے ساتھ آپ کے کچھ اصحاب بھی تھے۔ جب آپ نے نماز میں قرآن کی تلاوت کی تو عین اسی وقت جنات

کی ایک جماعت ادھر سے گزری اس جماعت نے ٹھہر کر قرآن کی تلاوت کو بغور سنا، انہیں بڑا اچھا لگا، دل کو بھا گیا اور سب کے ساتھ ایمان لا کر مسلمان ہو گئے۔ پھر اپنی قوم میں واپس جا کر اس واقعہ کا ذکر کیا اور اپنے ایمان کا اظہار کیا۔ یہی واقعہ اس سورہ کا شان نزول ہے۔ اس واقعے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سورہ بھی مکی دور کے ابتدائی زمانے میں نازل ہوئی جب آپ ﷺ دعوت دینے کے لیے گھر گھر، مجلس مجلس اور بازار بازار گھومتے تھے۔

جن بھی ایک مکلف مخلوق ہے۔ جن کو اللہ نے آگ سے پیدا کیا ہے۔ اللہ نے اپنی اس مخلوق کو خاص قسم کی صلاحیتوں سے نوازا ہے، یہ اپنی شکلیں بدل سکتے ہیں، پلک جھپکتے دور دور تک جا سکتے ہیں، اس میں مسلم بھی ہوتے ہیں اور کافر و مشرک بھی، ان کا وجود قرآن و حدیث سے ثابت ہے، اللہ نے اپنی حکمت بالغہ کے تحت اس مخلوق کو الگ ہی نوعیت کی صلاحیت دی ہے۔ یہ انسانوں کی نظروں سے مستور ہوتے ہیں اگر وہ چاہیں تو شکل بدل کر ہمارے سامنے بھی آجائیں۔ انسانوں کی طرح یہ بھی غیب کا علم نہیں رکھتے اور اللہ کی اجازت کے بغیر نہ کسی کو نفع پہنچا سکتے ہیں اور نہ نقصان، جس طرح نیک اور متقی انسان جنت میں جائیں گے اور برے انسان دوزخ میں ڈالے جائیں گے اسی طرح جناتوں میں بھی نیک جنات جنت میں اور برے دوزخ میں جائیں گے۔

سورہ کا آغاز اس طرح ہوتا ہے۔ ”اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ یہ بات عام لوگوں تک پہنچا دیجئے کہ جنات کا ایک گروہ قرآن کی تلاوت سن کر متاثر ہوا اور قرآن کو ایک عجیب و غریب چیز بتایا اور ایمان لے آیا، جنات کی اس جماعت نے اپنی قوم کے پاس جا کر انہیں بتایا کہ انہوں نے ایک عجیب کلام سنا ہے جو ہدایت کا راستہ دکھاتا ہے، تو اے میری قوم کے لوگو! ہم اس قرآن پر ایمان لائے اور اب ہم ہر گز ہر گز شرک و بت پرستی نہیں کریں گے، اس جنات کی جماعت نے مزید یہ بات بتائی کہ ہم اس

اللہ پر ایمان لائے ہیں جس کی بڑی شان ہے جس کی نہ بیوی ہے نہ بچے۔ ہم یہ سمجھتے تھے کہ جن وانس اللہ کے بارے میں غلط بیانی نہیں کریں گے، مگر ایسا نہیں ہے، بہت سے انسان اور جنات عقیدہ توحید کے بارے میں سخت غلط فہمی کے شکار ہیں، بعض انسان بعض جنوں کی پناہ مانگا کرتے ہیں، انسانوں کی اس حرکت نے ان جنوں کو غرور نفس میں مبتلا کر دیا ہے، پہلے ہم جنات آسمانی خبریں حاصل کرنے کے لیے بعض آسمانی مقامات پر بیٹھا کرتے تھے، مگر اب سخت پہرا لگایا ہوا ہے۔ اگر کوئی جن آسمانی خبریں حاصل کرنے کی کوشش کرے گا تو آگ کے شعلوں سے اس کا استقبال ہوگا، ہماری قوم میں بھی بعض صالح ہیں اور بعض غیر صالح، ہمارا ایمان ہے کہ ہم اللہ کی گرفت سے بھاگ نہیں سکتے، اللہ پر ایمان لانے والوں کے لیے کسی نقصان کا اندیشہ نہیں ہے، جس نے دین اسلام کو اختیار کر لیا اس نے صحیح راہ پالی اور اسلام کا انکار کرنے والوں کے لیے جہنم کی آگ ہے۔ اللہ کا وعدہ ہے کہ جو صراط مستقیم پر ڈٹا رہے گا اللہ جل شانہ اسے سیدھا راستہ عطا فرمائے گا اور جو اپنے رب سے منہ موڑے گا وہ سخت عذاب سے دوچار ہوگا۔ فرمان الہی ہے کہ مساجد اللہ کے گھر ہیں، اللہ کے ان گھروں میں اللہ کی عظمت و کبریائی کے علاوہ کسی کی کبریائی یا عظمت کا اعلان نہیں کیا جاسکتا۔ آیت ۱۹ میں بتایا گیا ہے کہ جب اللہ کا ایک بندہ یعنی خود آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم رات کے قیام یعنی نماز میں قرآن کی تلاوت کر رہے تھے تو قرآن کی چاشنی محسوس کرتے ہوئے جنات آپ کے قرآت سننے کے لیے قریب قریب ہو گئے یہاں تک کہ ایک دوسرے پر ٹوٹے پڑنے لگے، بعض مفسرین نے اس آیت کا یہ بھی مفہوم لکھا ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں قرآن پڑھتے تو کفار مکہ شور مچاتے سیٹیاں اور تالیاں بجاتے اور ہجوم کرتے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز میں خلل ڈالنے کی کوشش کرتے۔ کفار مکہ کی ان شدید مخالفتوں کے بیچ اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو حکم دیتا ہے ”اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ یہ اعلان

فرمادیجیے کہ میں صرف اپنے رب کو پکاروں گا اور کسی کو بھی اللہ کی عبادت و بندگی میں شریک نہیں کروں گا، نہ اللہ کی ذات میں نہ اللہ کے حقوق و اختیارات میں اور نہ اللہ کی صفات میں، اللہ جل شانہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی یہ اعلان بھی کروا دیا کہ میں تمہارے نفع و نقصان کا مالک نہیں ہوں، اللہ کے مقابلے میں کوئی مجھے پناہ نہیں دے سکتا اور نہ اللہ کے علاوہ کوئی پناہ کی جگہ مجھے مل سکتی ہے الا یہ کہ میں اس ذمہ داری کو ادا کروں اور اس پیغام کو لوگوں تک پہنچاؤں جو میرے پاس ہے جو اللہ کی نافرمانی کرے گا اس کے لیے ہیشتی کا جہنم ہے۔

آج یہ لوگ پیغمبر کی بات پر یقین نہیں کرتے مگر جب یہ اپنی آنکھوں سے عذاب دیکھ لیں گے تب پتہ چلے گا کہ کس کی جمعیت کمزور تھی اور کس کی مضبوط، قیامت کی گھڑی کے بارے میں بتایا گیا ہے کہ اے نبی آپ یہ اعلان کر دیجئے کہ جس چیز کا تم سے وعدہ کیا جا رہا ہے یعنی قیامت تو مجھے اس کا علم نہیں ہے کہ وہ قریب ہے یا اس کے وقوع میں کافی مدت باقی ہے۔ قیامت کا صحیح علم صرف اللہ کے پاس ہے۔

آخر کی دو آیات میں ارشاد باری ہے کہ غیب کا پورا علم صرف اللہ کے لیے مخصوص ہے اور وہ مکمل علم غیب کسی پر ظاہر نہیں کرتا یعنی رسول یا فرشتہ بذات خود عالم الغیب نہیں ہوتے بلکہ اللہ تعالیٰ جب ان کو پیغام رسائی یا رسالت کا فریضہ انجام دینے کے لیے منتخب فرماتا ہے تو غیب کے حقائق میں سے جن چیزوں کا علم وہ چاہتا ہے انہیں عطا فرمادیتا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ وحی کے ذریعے سے غیب کے حقائق کا علم رسول کے پاس بھیجتا ہے تو اس کی نگہبانی کرنے کے لیے فرشتے مقرر کر دیتا ہے تاکہ وہ علم نہایت ہی محفوظ طریقے سے رسول تک پہنچ جائے اور اس میں کسی قسم کی آمیزش نہ ہونے پائے اور جن رسولوں پر وہ غیب کا کچھ حصہ ظاہر کرتا ہے تو ان رسولوں کی ساری کیفیات اللہ کے سامنے ہوتی

ہیں۔ اللہ یہ انتظام اس لیے رکھتا ہے تاکہ وہ معلوم کرے کہ ان رسولوں اور فرشتوں نے اپنے رب کے پیغامات کو بحسن خوبی پہنچا دیا ہے اور اللہ نے ان کے ہر ہر عمل کو گن رکھا ہے، رسولوں پر اور فرشتوں پر اللہ کی قدرت اس طرح محیط ہے کہ بال برابر بھی وہ اس کی مرضی کے خلاف جنبش نہیں کر سکتے اور جو پیغام اللہ بھیجتا ہے اس کا حرف بحرف شمار کیا ہوا ہوتا ہے کسی کی یہ مجال نہیں کہ ان میں ایک حرف کی بھی کمی بیشی کر سکے۔

مشق

(الف) جواب دیجیے:

- ۱۔ سورة الجن کے نازل ہونے کا واقعہ مختصراً بیان کیجیے۔
- ۲۔ جنات کے بارے میں آپ کیا جانتے ہیں؟
- ۳۔ کیا جنات غیب کی باتوں کو جانتے ہیں؟
- ۴۔ بعض انسانوں کی کون سی حرکت کچھ جنوں کو غرور نفس میں مبتلا کر دیتی ہے؟
- ۵۔ جنات نے قرآن سن کر کیا کیا؟
- ۶۔ مسجد میں کس کی کبریائی کا اعلان ہونا چاہیے اور کیوں؟
- ۷۔ قیامت کے وقوع سے متعلق اس سورہ میں کیا بات بتائی گئی ہے؟
- ۸۔ اس سورہ میں اللہ نے اپنے رسول کو کیا کیا اعلان کرنے کو کہا؟
- ۹۔ اللہ تعالیٰ غیب کی باتوں کو اپنے کن بندوں پر واضح کرتا ہے اور کیا انتظام فرماتا ہے؟
- ۱۰۔ سورة الجن سے ہمیں کیا اخلاقی سبق ملتا ہے؟

(ب) درست جواب اپنی کاپی میں لکھیے۔

۱۔ جنات کو اللہ تعالیٰ نے کس چیز سے پیدا کیا؟

(الف) مٹی سے

(ب) پانی سے

(ج) آگ سے

(د) نور سے

۲۔ جب جنات نے قرآن سنا تو انہوں نے کہا:

(الف) یہ جادو ہے

(ب) یہ عجیب و غریب شاعری ہے

(ج) یہ عجیب و بہترین قرآن ہے

(د) یہ کہانیوں کا مجموعہ ہے

۳۔ سورۃ الجن مکی ہے یا مدنی؟

(الف) مکی

(ب) مدنی

۴۔ نبی ﷺ کو اس سورت میں کس بات کی اطلاع دی گئی؟

(الف) جنات ایمان لائے

(ب) جنات نے انکار کیا

(ج) فرشتے نازل ہوئے

(د) قرآن نازل ہوا

(ج) خالی جگہوں کو مناسب الفاظ سے پُر کیجیے۔

- ۱۔ اللہ تعالیٰ نے جنات کو _____ سے پیدا کیا۔
- ۲۔ جنات نے کہا کہ ہم نے ایک _____ قرآن سنا۔
- ۳۔ سورة الجن میں بتایا گیا کہ نبی ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے _____ کی طرف بھیجا۔
- ۴۔ جنات نے کہا کہ ہم میں سے کچھ _____ ہیں اور کچھ اس کے برعکس۔
- ۵۔ اللہ ہر چیز کو _____ اور _____ کے ساتھ جانتا ہے۔

(د) غور و فکر کی مشق

- ۱۔ اگر تم سورة الجن میں بیان کردہ جنات کے واقعے کے وقت موجود ہوتے، تو تمہارا ردِ عمل کیا ہوتا؟
- ۲۔ سورة الجن ہمیں قرآن کے احترام کے بارے میں کیا سکھاتی ہے؟
- ۳۔ جنات نے قرآن سن کر اپنا عقیدہ بدلا — ہم اپنی زندگی میں قرآن سے کیا بدل سکتے ہیں؟

(ہ) مندرجہ ذیل آیات کا ترجمہ اور مختصر تشریح لکھیے۔

وَأَنَا مِنَ الْمُسْلِمُونَ وَمِنَّا الْقَاسِطُونَ فَمَنْ أَسْلَمَ فَأُولَئِكَ تَحَرَّوْا رَشَدًا ﴿١٤﴾ وَأَمَّا الْقَاسِطُونَ فَكَانُوا لِجَهَنَّمَ حَطَبًا ﴿١٥﴾ وَأَنْ لَّوِ اسْتَقَامُوا عَلَى الطَّرِيقَةِ لَأَسْقَيْنَهُمْ مَاءً غَدَقًا ﴿١٦﴾ لِنَفْتِنَهُمْ فِيهِ وَمَنْ يُعْرِضْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهِ يَسْلُكْهُ عَذَابًا صَعَدًا ﴿١٧﴾ وَأَنَّ الْمَسْجِدَ لِلَّهِ فَلَا تَدْعُوا مَعَ اللَّهِ أَحَدًا ﴿١٨﴾

(و) تخلیقی سرگرمی

- سورۃ الجن کے پیغام پر ایک چھوٹا پیرا گراف (۵ جملوں کا) لکھیے۔
- پانچ لوگوں سے جن کے متعلق ان کے تاثرات معلوم کر کے ایک مضمون لکھیں جس میں جن سے متعلق صحیح تصور دلائل سے تحریر کیجیے۔
- قیامت کے بارے میں اختصار سے اپنی معلومات تحریر کیجیے۔

سورة المزمل (مكي)

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ○

يَأْتِيهَا الْمُزَّمِّلُ ١ قُمِ اللَّيْلَ إِلَّا قَلِيلًا ٢ نِصْفَهُ أَوْ انْقُصْ مِنْهُ قَلِيلًا ٣ أَوْ زِدْ عَلَيْهِ
وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِيلًا ٤ إِنَّا سَنُلْقِي عَلَيْكَ قَوْلًا ثَقِيلًا ٥ إِنَّ نَاشِئَةَ اللَّيْلِ هِيَ أَشَدُّ
وَطَأً وَأَقْوَمُ قِيلاً ٦ إِنَّ لَكَ فِي النَّهَارِ سَبْحًا طَوِيلًا ٧ وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ
إِلَيْهِ تَبْتِيلًا ٨ رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَكِيلًا ٩ وَاصْبِرْ عَلَى
مَا يَقُولُونَ وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِيلًا ١٠ وَذَرْنِي وَالْمُكَذِّبِينَ أُولَى النَّعْمَةِ وَمَهِّلْهُمْ
قَلِيلًا ١١ إِنَّ لَدَيْنَا أَنْكَالًا وَجَحِيمًا ١٢ وَطَعَامًا ذَا غُصَّةٍ وَعَذَابًا أَلِيمًا ١٣ يَوْمَ تَرْجُفُ
الْأَرْضُ وَالْجِبَالُ وَكَانَتِ الْجِبَالُ كَثِيبًا مَهِيلًا ١٤ إِنَّا أَرْسَلْنَا إِلَيْكُمْ رَسُولًا ١٥ شَاهِدًا
عَلَيْكُمْ كَمَا أَرْسَلْنَا إِلَى فِرْعَوْنَ رَسُولًا ١٦ فَعَصَى فِرْعَوْنُ الرَّسُولَ فَأَخَذْنَاهُ أَخْذًا
وَبِيلًا ١٧ فَكَيْفَ تَتَّقُونَ إِنْ كَفَرْتُمْ يَوْمًا يَجْعَلُ الْوِلْدَانَ شِيبًا ١٨ السَّمَاءُ مُنْفَطِرَةٌ
بِهِ ١٩ كَانَ وَعْدُهُ مَفْعُولًا ٢٠ إِنَّ هَذِهِ تَذْكَرَةٌ ٢١ فَمَنْ شَاءَ اتَّخَذْ إِلَىٰ رَبِّهِ سَبِيلًا ٢٢ إِنَّ
رَبَّكَ يَعْلَمُ أَنَّكَ تَقُومُ أَدْنَىٰ مِنْ ثُلُثِي اللَّيْلِ وَنِصْفَهُ وَثُلُثَهُ وَطَائِفَةٌ مِنَ الَّذِينَ مَعَكَ ٢٣
وَاللَّهُ يَقْدِرُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ ٢٤ عَلِمَ أَنْ لَنْ تُحْصَوْهُ فَتَابَ عَلَيْكُمْ فَاقْرَءُوا مَا تَيَسَّرَ مِنَ
الْقُرْآنِ ٢٥ عَلِمَ أَنْ سَيَكُونُ مِنْكُمْ مَرْضَىٰ ٢٦ وَأَخْرُونَ يَضْرِبُونَ فِي الْأَرْضِ يَبْتَغُونَ مِنْ
فَضْلِ اللَّهِ ٢٧ وَأَخْرُونَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ٢٨ فَاقْرَءُوا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ ٢٩ وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ
وَاتُوا الزَّكَاةَ وَقَرِّضُوا اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا ٣٠ وَمَا تَقَدَّمُوا لِأَنْفُسِكُمْ مِنْ خَيْرٍ تَجِدُوهُ
عِنْدَ اللَّهِ هُوَ خَيْرًا وَأَعْظَمَ أَجْرًا ٣١ وَاسْتَغْفِرُوا اللَّهَ ٣٢ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ٣٣

سورۃ المزمل

اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان اور نہایت ہی رحم کرنے والا ہے۔

(۱) اے اوڑھ لپیٹ کر سونے والے (۲) رات (کے وقت نماز) میں کھڑے رہا کرو مگر کچھ کم (۳) آدھی رات یا اس سے کچھ کم کر لو (۴) یا اس سے کچھ زیادہ بڑھا دو اور قرآن کو خوب ٹھہر ٹھہر کر پڑھو (۵) بے شک ہم تم پر جلد ہی بھاری کلام نازل کرنے والے ہیں (۶) درحقیقت رات کا اٹھنا نفس پر قابو پانے کے لیے بہت کارگر اور قرآن کو ٹھیک ٹھیک پڑھنے کے لیے زیادہ موزوں ہے (۷) بے شک دن کے اوقات میں تمہارے لیے طویل مصروفیات ہیں (۸) اپنے رب کے نام کا ذکر کیا کرو اور سب سے کٹ کر اسی کی طرف متوجہ رہو (۹) وہ مشرق و مغرب کا مالک ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں تو تم اسی کو اپنا وکیل بنا لو (۱۰) اور یہ لوگ جو باتیں کرتے ہیں تو ان باتوں پر صبر کرو اور شرافت کے ساتھ ہے ان سے الگ ہو جاؤ (۱۱) اور مجھ کو اور جھٹلانے والوں کو! جو کہ ناز و نعمت میں مگن ہیں چھوڑ دو اور ان لوگوں کو تھوڑی سی مہلت دے دو (۱۲) بیشک ہمارے پاس ان لوگوں کے لیے بھاری بیڑیاں اور بھڑکتی ہوئی آگ ہے (۱۳) اور حلق میں پھسنے والا کھانا اور دردناک عذاب ہے (۱۴) جس روز کے زمین اور پہاڑ ہلنے لگیں گے اور پہاڑ ریت کے بکھرے ہوئے ڈھیر میں تبدیل ہو جائیں گے (۱۵) بے شک ہم نے تم لوگوں کے پاس اسی طرح ایک رسول کو تم پر گواہ بنا کر بھیجا ہے جس طرح ہم نے فرعون کی طرف ایک رسول بھیجا تھا (۱۶) تو فرعون نے اس رسول کی نافرمانی کی تو ہم نے اس کو بڑی سختی کے ساتھ پکڑ لیا (۱۷) تو اے لوگو تم کیسے بیچ پاؤ گے اگر تم نے کفر کیا تو، اس دن کی پکڑ سے جو بچوں کو بوڑھا کر دے گا (۱۸) اور جس کی سختی سے آسمان پھٹا جا رہا ہوگا، اللہ کا وعدہ تو پورا ہو کر ہی رہنا ہے (۱۹) بے شک یہ (قرآن) ایک نصیحت ہے تو جس کا جی چاہے اپنے رب کی طرف جانے کا راستہ اختیار کرے (۲۰) اے نبی تمہارے رب کو یہ

معلوم ہے کہ تم کبھی دو تہائی رات سے کچھ کم اور کبھی آدھی رات اور کبھی تہائی رات عبادت میں کھڑے رہتے ہو اور تمہارے ساتھیوں میں سے بھی ایک جماعت تمہارے ساتھ کھڑی ہوتی ہے اور اللہ ہی رات اور دن کے اوقات کا حساب رکھتا ہے اسے معلوم ہے کہ تم لوگ اوقات کا ٹھیک ٹھیک شمار نہیں کر سکتے تو اس نے تم پر مہربانی فرمائی، تو اب جتنا قرآن آسانی سے پڑھ سکتے ہو پڑھ لیا کرو، اسے معلوم ہے کہ تم میں سے مریض ہیں اور کچھ دوسرے لوگ اللہ کے فضل کی تلاش میں زمین میں سفر کرتے ہیں اور کچھ لوگ اللہ کی راہ میں جنگ کرتے ہیں تو جتنا قرآن آسانی سے پڑھا جاسکے اتنا پڑھ لیا کرو اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو اور اللہ کو اچھا قرض دیتے رہو، جو کچھ بھلائی تم اپنے لیے آگے بھیجو گے اسے اللہ کے ہاں موجود پاؤ گے، وہی زیادہ بہتر ہے اور اس کا اجر بہت بڑا ہے اور اللہ سے معافی طلب کرتے رہو، بے شک اللہ بڑا معاف کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔

بعض الفاظ کے معانی اور تشریح:

وَطَئًا: روندنا، یہ لفظ مصدر ہے ماضی وَطِئَ مضارع يَطِئُ

قِيلاً: بات، یہ مصدر ہے فعل ماضی قَالَ مضارع يَقُولُ

سَبَّحًا: مشغولیت کام فعل ماضی سَبَّحَ مضارع يَسْبُحُ مصدر سَبَّحًا اپنی ضروریات کے لیے گھر سے باہر نکلنا

تَبَتَّلَ: اللہ کے لیے یکسو ہو جاؤ۔ یہ فعل امر ہے، فعل ماضی تَبَتَّلَ مضارع يَتَبَتَّلُ مصدر تَبَتَّلًا

وَكَيْلًا: کارساز جمع وُكَلَاءُ

وَاهْجُرًا: چھوڑو، یہ فعل امر ہے اس کا ماضی هَجَرَ مضارع يَهْجُرُ مصدر هَجَرَ وَاهْجُرَانَا تعلق توڑ لینا/ چھوڑ دینا

ذَرْنِي: مجھے چھوڑ دو (یہ فعل امر ہے ماضی وَذَرَ مضارع يَذَرُ مصدر وَذَرًا چھوڑ دینا)

أُولَى النَّعْمَةِ: خوشحال لوگ۔

مَهَّلَ: مہلت دے دیجیے (یہ فعل امر ہے ماضی مَهَّلَ مضارع يُمَهِّلُ مصدر تَمَهَّيلاً)

أَنْكَالًا: عذاب یا بیڑیاں (یہ جمع ہے، واحد النِّكْلُ ماضی نَكَلَ مضارع يَنْكُلُ مصدر نَكَلَةٌ)

جَحِيمًا: دکھتی آگ۔

ذَا غُصَّةٍ: گلے میں اٹک جانے والی چیز (جمع ہے غُصَصُ فعل ماضی غَصَّ مضارع يَغْصُ مصدر

غُصَّةٌ کھانے یا پینے کی چیز کا گلے میں اٹک جانا)

تَرْجُفٌ: کانپنے گا (یہ فعل مضارع ہے، اس کا ماضی رَجَفَ مصدر رَجَفًا کانپنا، تھر تھرانا)

كَثِيبًا: ریت کا تودہ (جمع كُتُبٌ)

مَهْيَلًا: ریزہ ریزہ یا بہتا ہوا۔

وَبَيْلًا: سخت (ماضی وَبَلَ مضارع يُوبِلُ مصدر وَبَلًا وَوَبَالَةً۔ وَبِيلٌ اسم صفت ہے، معنی معاملے کا

سخت ہو جانا، پریشان کن ہو جانا، بیماری کا شدید ہو جانا)

شَيْبًا: معنی بوڑھا (یہ اسم ہے۔ واحد شَيْبٌ جمع أَشْيَابٌ)

مُنْقَطِرٌ: معنی پھٹنے والا (اسم فاعل، ماضی انْقَطَرَ مضارع يَنْقَطِرُ مصدر انْقِطَارًا معنی پھٹنا)

تَذَكْرَةً: نصیحت، یاد دہانی۔

أَدْنَى: کم مقدار (اسم واحد ہے۔ جمع أَدْنُونَ وَأَدَانٌ معنی قریب)

ثُلثِيَّ اللَّيْلِ: معنی دو تہائی رات (اضافت کی وجہ سے نون ساقط ہو گیا۔ اصل لفظ ہے ثُلثَيْنِ معنی دو تہائی)

طَائِفَةٌ: چھوٹی جماعت (جمع طَوَائِفُ)

يُقَدِّرُ: حساب لگانا (یہ فعل مضارع ہے، اس کا ماضی قَدَرَ اور مصدر تَقَدَّرًا ہے۔ حساب لگانا، اندازہ مقرر کرنا)

لَنْ تُحْصُوهُ: تو ہرگز حساب نہ کر سکو گے یا تم ہرگز شمار نہ کر سکو گے (اس کا ماضی اَحْصَى مضارع يُحْصِي مصدر اِحْصَاء۔ کسی چیز کا مکمل حساب رکھنا یا گنتی رکھنا)

تَيَسَّرَ: آسان ہوا (یہ فعل ماضی ہے۔ اس کا مضارع يَتَيَسَّرُ مصدر تَيَسَّرًا۔ کسی کام کا آسان ہونا۔)
يَضْرِبُونَ فِي الْأَرْضِ: سفر کرتے ہیں (ضَرَبَ فِي الْأَرْضِ کے معنی ہوتے ہیں زمین میں گھوم پھر کرنا، چلنا۔)

يَبْتَغُونَ: تلاش کرتے ہیں (یہ فعل مضارع ہے۔ اس کا ماضی ابْتَغَى مصدر ابْتِغَاءً۔ ڈھونڈھنا، تلاش کرنا۔)

يُقَاتِلُونَ: جنگ کرتے ہیں (یہ فعل مضارع ہے۔ ماضی قَاتَلَ مصدر مُقَاتَلَةً۔ جنگ کرنا، جہاد کرنا۔)
أَقْرَضُوا: قرض دو (یہ فعل امر ہے، اس کا ماضی أَقْرَضَ مضارع يُقْرِضُ مصدر اِقْرَاضٌ۔ کسی کو قرض دینا۔)

قَرْضًا حَسَنًا: بہترین قرض، یعنی اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنا۔

أَعْظَمُ: سب سے بڑا (یہ اسم تفضیل ہے۔ اس کا ماضی عَظَّمَ مضارع يَعْظُمُ اور مصدر عَظَمَةٌ)
اسْتَعْفَرُوا: معافی طلب کرو (یہ فعل امر ہے اور جمع کا صیغہ ہے۔ اس کا ماضی اسْتَعْفَرَ مضارع يَسْتَعْفِرُ مصدر اسْتِعْفَارٌ)

زمانہ نزول

اس سورہ کا پہلا رکوع آیت ۱۹ تا ۱۹ بالاتفاق مکی ہے اور کچھ مفسرین کے نزدیک دوسرا رکوع مدنی ہے۔ مکی والے حصے میں کار نبوت کے انجام دہی کے لیے قیام اللیل (نماز تہجد) کی تاکید کی گئی ہے اور طویل

قیام کا حکم دیا گیا ہے جبکہ دوسرے رکوع میں قیام اللیل کے اوقات میں کچھ تخفیف کر دی گئی ہے۔ جس کی وجہ جہاد و قتال، تجارت میں مشغولیت اور بیماری بتائی گئی ہے۔ جہاد و قتال کا حکم چونکہ مدینہ میں نازل ہوا۔ اس لیے آخری رکوع کو اکثر مفسرین مدنی مانتے ہیں۔ مگر بہت سارے مفسرین نے اس خیال کا اظہار فرمایا ہے کہ رکوع ثانی بھی مکہ ہی میں پہلے رکوع کے آٹھ ماہ، ایک سال یا بعض کے نزدیک ۱۶ ماہ بعد نازل ہوا اور طویل قیام اللیل میں نرمی کر دی گئی۔

ابن کثیر اور بہت سے مفسرین کے قول کے مطابق ابتدا میں قیام اللیل واجب تھا اور پھر آیت ۲۰ نازل ہوئی اور اس حکم کو منسوخ کر دیا گیا اب رات کا قیام نفلی عبادت ہے۔

شان نزول

اس سورہ میں رات میں لمبے قیام کا حکم آیا ہے اس لیے اس سورہ کا پہلا رکوع مکہ میں اس وقت نازل ہوا جبکہ قرآن کا کم از کم اتنا حصہ نازل ہو چکا تھا، جسے قیام اللیل میں پڑھا جاسکے اور اس میں مکذبین کا تذکرہ بھی کیا گیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی دعوت مکہ میں عام ہو چکی تھی اور لوگ آپ کی تکذیب کر رہے تھے اور دعوت کے مشکل مرحلوں کو سر کرنے کے لیے لمبے لمبے قیام کا حکم دیا گیا تاکہ دعوتی کاموں کے لیے روحانی غذا مل سکے۔

مختصر تشریح:

اس سورہ کے رکوع اول میں جو بات کہی گئی ہے اس کا خلاصہ حسب ذیل ہے:

اے پیارے رسول ﷺ آپ راتوں کو نماز میں قیام کیا کریں، رات کا کچھ حصہ آدھا یا آدھے سے کم یا آدھے سے کچھ زیادہ آپ قیام کریں اور نماز میں ٹھہر ٹھہر کر قرآن پڑھا کریں۔ ترتیل کا مفہوم یہ ہے کہ قرآن کا ایک ایک لفظ اس طرح ادا کیا جائے جس میں کوئی ابہام نہ ہو اور اس کے معنی اور مطالب

ذہنوں میں راسخ ہوتے جائیں اور بدن پر اس کے اثرات مرتب ہوں جہاں اللہ کی ذات و صفات کا تذکرہ ہو تو اس کی عظمت و ہیبت دل پر طاری ہو جائے کہیں اللہ کی رحمت کا بیان ہو تو دل جذبات تشکر سے لبریز ہو جائے کہیں اس کے غضب اور عذاب کا تذکرہ ہو تو دل پر خوف طاری ہو جائے۔

آیت نمبر پانچ میں قیام اللیل کی حکمت بتائی گئی ہے۔ وہ حکمت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر بھاری کلام قرآن کی شکل میں نازل کر رہا ہے اور بھاری ذمہ داری دعوت حق کی ڈال رہا ہے۔ دعوت کی عظیم ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونے کے لیے روحانی غذا کی ضرورت ہے اور یہ روحانی غذا تلاوت قرآن اور قیام اللیل سے حاصل ہوگی۔

آیت نمبر چھ سے نو تک میں قیام اللیل کی ایک اور حکمت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اور وہ یہ ہے کہ نفوس انسانی کی تربیت و تزکیہ کے لیے راتوں کا کچھ حصہ سونے کے بعد اٹھ کر اللہ کے سامنے کھڑا ہونا بہت بڑا کارگر نسخہ ہے اس سے نفس انسانی مصائب و مشکلات کو جھیلنے کی طاقت اپنے اندر پیدا کرتا ہے۔ جس کے بغیر دعوت دین کا فریضہ انجام نہیں دیا جاسکتا، راتوں کے پرسکون اوقات میں اللہ کے سامنے زبان سے جو بھی بات نکلتی ہے وہ واضح ہوتی ہے۔ ہر آلائش سے پاک ہوتی ہے دن کے اوقات میں چونکہ دیگر بہت سے کام ہوتے ہیں اس لیے طویل قیام کا موقع حاصل نہیں ہوتا، ذکر الہی اور تمام دنیا سے کٹ کر صرف اللہ کی طرف متوجہ ہونا رات کے اوقات میں زیادہ آسان ہے۔ آیت نمبر نو میں یہ بات بتائی گئی ہے کہ جس رب کی طرف آپ عام لوگوں کو بلا رہے ہیں وہ رب مشرق و مغرب کا رب ہے، اس کی شان عظیم ہے اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، آپ اپنے ہر کام کے لیے اسی کو اپنا وکیل بنائیے۔ اسی طرح آیت نمبر ۱۰ میں لوگوں کی بدزبانی اور تکلیف دہ باتوں پر صبر کی تلقین کی گئی ہے اور ان کی فضول باتوں پر کان نہ دھرنے کی تلقین کی گئی ہے اور آیت نمبر ۱۱ تا ۱۳ میں ان خوشحال لوگوں کو دھمکی دی گئی ہے جو اپنی

دولت و ثروت میں مگن تھے اور اسی کو سب کچھ سمجھتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کرتے تھے۔ فرمایا ان لوگوں کے رویے سے تم پریشان نہ ہو، ہم نے ان کے لیے جہنم کا عذاب اور بیڑیاں اور گلے میں پھسنے والا کھانا اور دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔ آیت نمبر ۱۴ میں قیامت کے واقع ہونے کی کیفیت بتائی گئی ہے کہ اس دن زمین اور پہاڑ لرزا ٹھیں گے اور پہاڑ جو آج نہایت مضبوط نظر آتے ہیں اس دن ریزہ ریزہ ہو کر ریت کے ڈھیر میں تبدیل ہو جائیں گے۔ آیت نمبر ۱۵ تا ۱۸ میں اللہ جل شانہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جھٹلانے والوں کو مخاطب کیا ہے اور فرمایا ہے اے اہل مکہ ہم نے تمہاری طرف اس رسول کو حق کی شہادت دینے والا بنا کر بھیجا ہے جو اس بات کی گواہی دیتا ہے جو اللہ نے اس پر نازل کیا ہے۔ اس سے پہلے بھی ہم رسولوں کو بھیجتے رہے ہیں یہ کوئی انوکھا معاملہ نہیں ہے۔ ہم نے فرعون جیسے جاہر و ظالم بادشاہ کی طرف بھی رسولوں کو بھیجا تھا مگر جب فرعون نے ہمارے نبی کو جھٹلادیا تو ہم نے اسے سخت عذاب میں پکڑ لیا اور اب تم نے بھی ہمارے رسول کے ساتھ وہی رویہ اختیار کر رکھا ہے تو تم اس دن کی پکڑ سے کیسے بچ پاؤ گے جو اتنا بھاری ہو گا کہ بچوں کو بھی بوڑھا بنا دے گا، قیامت کی سختی سے آسمان پھٹا جا رہا ہو گا اور یہ اللہ کا وعدہ ہے جو پورا ہو کر رہنا ہے۔ یہ قرآن مجید ایک نصیحت ہے تو جو چاہے اس نصیحت کو قبول کر لے اور اپنے رب کا راستہ اختیار کر لے۔ رب کے راستے پر کسی کی اجارہ داری نہیں ہے بلکہ یہ تمام لوگوں کے لیے ہے، اس کو جو اختیار کرے گا کامیاب ہو گا۔ آخری آیت میں جو ایک طویل آیت ہے قیام اللیل کے اوقات میں کچھ تخفیف کر دی گئی ہے۔ کیونکہ مدینہ منورہ میں مسلمانوں اور خود نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو دعوت و تبلیغ اور جہاد و قتال میں زیادہ وقت لگانا ہوتا تھا اور حکومت اسلامی کے دیگر بہت سے کام بھی کرنے ہوتے تھے اور کچھ بیمار بھی ہوتے ہیں کچھ تجارت کے لیے سفر کرتے ہیں اس لیے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے قیام اللیل کی فرضیت کو ساقط کر کے اسے نفل بنا دیا اور اس بات کی اجازت دی کہ

جس سے جتنا ہو سکے راتوں کو قیام کرے، کیونکہ قیام اللیل داعی دین کے لیے ایک غذا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ کا رب بخوبی یہ جانتا ہے کہ آپ کبھی دو تہائی رات سے کم قیام کرتے ہیں اور کبھی آدھی رات اور کبھی ایک تہائی رات اور آپ ﷺ کے ساتھ آپ کے مؤمن ساتھیوں کی ایک جماعت بھی کھڑی ہوتی ہے، دن اور رات کا پورا حساب اللہ کے پاس ہے۔ لوگوں پر اللہ نے اپنا کرم فرمایا اور اس بات کی اجازت دے دی ہے کہ اب جتنا ہو سکے اتنا ہی قیام کریں، لیکن جو نماز پنجگانہ ہے اس کا التزام کیجئے اور زکوٰۃ کی ادائیگی پر کاربند رہیے اور اللہ کے راستے میں اپنا مال خرچ کرتے رہیے اور اللہ کو قرض حسن دیتے رہیے۔ کیونکہ بھلائی کا جو بھی کام آپ کریں گے اسے اللہ کے پاس پائیں گے۔ اللہ کے پاس جو اجر ہے وہ بہتر ہے اور بہت عظیم ہے اور ہمیشہ اللہ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگتے رہیے بے شک اللہ اپنے بندوں پر بہت مہربان ہے اور گناہوں پر بخشنے والا ہے۔

اس سورہ کے خلاصے کے طور پر یہ بات ہم سب کو اپنے سامنے رکھنی چاہیے کہ دین کا کوئی بھی کام اللہ سے لو لگائے بغیر اور اللہ سے مضبوط تعلق قائم کیے بغیر ممکن نہیں ہے۔ کیونکہ اللہ کی ذات طاقت کا سرچشمہ ہے ہم اللہ سے جس قدر قریب ہوں گے اسی قدر ہمارے اندر طاقت پیدا ہوگی اور ہم دنیا کے مصائب و مشکلات اور مخالفتوں کے طوفان کا مقابلہ کر سکیں گے۔

مشق

(الف) جواب دیجیے:

۱۔ المزمل کا کیا معنی ہے؟

۲۔ يَا أَيُّهَا الْمَزْمَلُ سے مراد کون ہیں؟

۳۔ اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو رات کے کس حصے میں نماز کا حکم دیا؟

۴۔ قیام اللیل (نماز تہجد) اور اس میں قرآن ٹھہر ٹھہر کر پڑھنے کے حکم کے بعد اللہ نے کیا فرمایا؟

۵۔ وَرَتَّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِيلًا کا کیا مطلب ہے؟

۶۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کی تلاوت کیسے کرنے کا حکم دیا؟

۷۔ آیت نمبر آٹھ میں لفظ وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيلًا کی مختصر تشریح کیجئے؟

۸۔ اللہ کو اپنا وکیل بنا لو، سے کیا مراد ہے؟

۹۔ اس سورہ میں صبر کے بارے میں کیا ہدایت دی گئی ہے؟

۱۰۔ آیت نمبر ۱۵ اور ۱۶ میں فرعون کا ذکر آیا ہے اس کا کیا واقعہ ہے اپنے استاد سے سن کر کاپی میں قلم بند کرو؟

۱۱۔ رکوع اول میں طویل قیام کا حکم ہے جبکہ دوسری رکوع میں تخفیف کر دی گئی ہے اس تخفیف کے

وجوہات کیا ہیں؟

۱۲۔ اللہ کو قرض حسن دیتے رہو اس کا کیا مطلب ہے؟

۱۳۔ آخر میں اللہ تعالیٰ نے عبادت کے بارے میں کیا آسانی بیان کی؟

۱۴۔ إِنَّ نَاشِئَةَ اللَّيْلِ هِيَ أَشَدُّ وَطْئًا کا مفہوم کیا ہے؟

۱۵۔ اس سورہ سے ہمیں کیا سبق ملتا ہے؟

(ب) مندرجہ ذیل جملوں کو غور سے پڑھیں صحیح کے سامنے صحیح کا نشان اور غلط کے سامنے غلط کا نشان لگائیں۔

- ۱۔ قیام اللیل فرض ہے۔ ()
- ۲۔ قیام اللیل نفوس کے تزکیہ و تربیت کے لیے بھی بہت بڑا کارگر نسخہ ہے۔ ()
- ۳۔ اس سورہ میں لوگوں کی بدزبانی اور تکلیف دہ باتوں پر صبر کی تلقین کی گئی ہے۔ ()
- ۴۔ دنیا کا کوئی بھی کام آپ صلی اللہ علیہ وسلم صرف اپنی تدبیر سے کر سکتے تھے۔ ()
- ۵۔ اللہ کی ذات ہر طاقت کا سرچشمہ ہے۔ ()

(ج) درج ذیل آیتوں کے ترجمہ کے ساتھ ان کی مختصر تشریح تحریر کیجیے۔

إِنَّا أَرْسَلْنَا إِلَيْكُمْ رَسُولًا شَاهِدًا عَلَيْكُمْ كَمَا أَرْسَلْنَا إِلَىٰ فِرْعَوْنَ رَسُولًا ﴿١٥﴾ فَعَصَىٰ فِرْعَوْنُ الرَّسُولَ فَأَخَذْنَاهُ أَخْذًا وَبِيلاً ﴿١٦﴾

(د) درج ذیل سوالوں کے جواب دیجیے۔

- ۱۔ لفظ الْمُرْمَلُ کا مطلب بتائیں۔
- ۲۔ فَمِ اللَّيْلِ میں فعل کون سا ہے؟ اس کا صیغہ اور معنی بتائیں۔
- ۳۔ تَرْتِيلاً کا باب کیا ہے؟
- ۴۔ اللَّيْلِ کا معنی اور جمع کیا ہے؟
- ۵۔ وَاصْبِرْ کون سا فعل ہے؟

(ه) اس سبتی سے دس مشکل الفاظ لکھ کر ان کے معنی تحریر کیجیے۔

(و) ایک ہفتے تک عشاء کے بعد کم از کم ۱۵ منٹ قرآن مجید کی تلاوت کیجیے اور اپنے مشاہدات (کیا محسوس ہوا) لکھیے۔

(ز) اس سورہ سے آپ نے اپنی عملی زندگی کے لیے جو اسباق سیکھیں ہیں ان میں سے پانچ تحریر کیجیے۔

جمع، ترتیب و تدوین قرآن

قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب ہے جو انسانیت کے لیے مکمل اور دائمی ہدایت نامہ ہے۔ چونکہ یہ قیامت تک کے لیے نازل کی گئی ہے، اس لیے اس کی حفاظت کا ذمہ خود اللہ تعالیٰ نے لیا ہے۔ قرآن مجید کے جمع، ترتیب اور تدوین کا عمل نبی کریم ﷺ کی نگرانی اور اللہ تعالیٰ کی ہدایت میں مکمل ہوا۔

قرآن کی حفاظت کا وعدہ

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

لَا تُحَرِّكُ بِهِ لِسَانَكَ لِتَتَعَجَّلَ بِهِ إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْآنَهُ... (القیامۃ: ۱۶-۱۹)

آپ قرآن کو جلدی (یاد کرنے کے لیے) اپنی زبان کو حرکت نہ دیں، ہم پر اس کا جمع کرنا اور پڑھوانا لازم ہے۔

اور ایک اور جگہ فرمایا:

إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ (الحجر: ۹)

ہم ہی نے قرآن نازل کیا اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔

ان آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کی ترتیب و تدوین اللہ تعالیٰ کی نگرانی میں ہوئی۔ نبی کریم ﷺ پر جب کوئی آیت نازل ہوتی تو آپ ﷺ اسے یاد کرتے، صحابہ کو سناتے اور کاتبین وحی کو بلا کر تحریر

کرواتے۔ وہ اسے چڑے، ہڈی یا کھجور کی ٹہنیوں پر لکھ لیتے۔

کاتبین وحی

قرآن کی آیات کو نبی کریم ﷺ کے حکم سے لکھنے والے صحابہ کو کاتبین وحی کہا جاتا ہے۔ ان میں نمایاں نام یہ ہیں:

حضرت ابو بکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی، حضرت علی، حضرت زید بن ثابت، حضرت معاویہ، حضرت خالد بن سعید، حضرت زبیر بن عوام اور دیگر کئی صحابہ رضی اللہ عنہم۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور میں جمع قرآن

نبی کریم ﷺ کے وصال کے بعد جب جنگ یمامہ میں بہت سے حافظ قرآن صحابہ شہید ہوئے، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خلیفہ اول حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو مشورہ دیا کہ قرآن کو ایک جلد میں محفوظ کر لیا جائے۔

یہ عظیم ذمہ داری حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے سپرد کی گئی۔ انہوں نے نہایت احتیاط سے تمام آیات کو تحریری صورت میں جمع کیا۔ اس طرح قرآن پہلی بار ایک جلد میں مرتب ہوا۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دور میں اشاعت قرآن

جب اسلام مختلف علاقوں میں پھیل گیا تو قرأت کے مختلف لہجوں میں اختلاف ظاہر ہونے لگا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے صحابہ کے مشورے سے قرآن کو قریشی لہجے میں مرتب کروایا اور اس کے نسخے تمام بلاد اسلامیہ میں بھجوا دیے۔ یہ کام حضرت زید بن ثابت، عبد اللہ بن زبیر، سعید بن عاص، اور عبد الرحمن بن حارث بن ہشام رضی اللہ عنہم نے انجام دیا۔

اعراب و علامات کی تدوین

ابتدائی مصاحف میں اعراب (زیر، زیر، پیش) موجود نہ تھے، مگر جب غیر عرب مسلمانوں کے لیے تلفظ میں دشواری پیش آئی تو حجاج بن یوسف نے نصر بن عاصم اور یحییٰ بن یعمر کے ذریعے قرآن پر اعراب لگوائے۔

آج کا قرآن

آج دنیا بھر میں جو قرآن مجید ہمارے ہاتھوں میں ہے، وہ بعینہ وہی مصحف ہے جس کی جمع، ترتیب اور تدوین کا عمل نبی کریم ﷺ کی نگرانی اور اللہ تعالیٰ کی ہدایت میں مکمل ہوا، جس کو خلیفہ اول حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ایک جلد میں محفوظ کر لیا اور جس کے نسخے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے قریشی لہجے میں مرتب کروایا اور اس کے نسخے تمام بلاد اسلامیہ میں بھجوا یا تھا۔ ایک نقطے یا حرف تک کا فرق کہیں نہیں۔ یہ قرآن کا ایک عظیم معجزہ ہے کہ ساڑھے چودہ سو سال گزرنے کے بعد بھی اس میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوئی ہے۔

قرآن کا موضوع

قرآن کا موضوع انسان ہے — اس کی دنیاوی و اخروی بھلائی، انفرادی و اجتماعی زندگی، عبادات، معاملات، اخلاق، سیاست، معیشت، اور قانون سب قرآن کے دائرے میں آتے ہیں۔ یہ کتاب نہ صرف مسلمانوں کے لیے بلکہ پوری انسانیت کے لیے ہدایت کا سرچشمہ ہے۔

خلاصہ

قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی محفوظ کتاب ہے جسے اللہ تعالیٰ کے ہدایت کے مطابق نبی کریم ﷺ کی نگرانی میں تحریری شکل میں مرتب کیا گیا۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے دور میں اسے ایک جلد میں جمع کیا گیا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں قریشی لہجے میں اشاعت ہوئی۔ آج دنیا میں جتنے بھی

قرآن کے نسخے ہیں، سب ایک جیسے ہیں۔ یہ قرآن کے اعجاز اور اللہ کی حفاظت کے وعدے کی زندہ دلیل ہے۔

مشکل الفاظ و معانی	معانی
الفاظ	جمع و ترتیب دینا
تدوین	اللہ کا پیغام
وحی	لکھنے والے
کاتبین	قرآن کی جلد
مصحف	زبر، زیر، پیش و غیرہ
اعراب	بولنے کا انداز
لہجہ	

مشق

(الف) جواب دیجیے:

- ۱۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کی حفاظت کا ذمہ کیوں لیا؟
- ۲۔ قرآن کی حفاظت کے لیے اللہ تعالیٰ نے کیا انتظام فرمایا؟
- ۳۔ قرآن مجید پہلی بار ایک جلد میں کس کے دور میں مدون ہوا اور کس صحابی پر یہ ذمہ داری ڈالی گئی؟
- ۴۔ کاتبین وحی میں کن مشہور صحابہ کے نام آتے ہیں؟

۵۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے قرآن کی اشاعت کے لیے کیا اقدامات کیے؟

۶۔ حضرت عثمان نے قرآن کو کس لہجے میں مرتب کروایا اور کیوں؟

۷۔ قرآن کا مرکزی موضوع کیا ہے؟

۸۔ قرآن کن کے لیے ہدایت ہے؟

۹۔ مسلمانوں کی قرآن کے سلسلے میں کیا ذمہ داری ہے؟

(ب) مندرجہ ذیل آیات کا ترجمہ، شانِ نزول اور مختصر تشریح لکھیے۔

لَا تُحَرِّكْ بِهِ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهِ (۱۶) إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْآنَهُ (۱۷)

(ج) درج ذیل جملوں کو غور سے پڑھیں اور صحیح کے سامنے صحیح (✓) کا اور غلط کے سامنے غلط (X)

کا نشان لگائیں۔

۱۔ قرآن مجید اللہ کی پہلی کتاب ہے۔ ()

۲۔ قرآن کے نزول اور حفاظت کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے خود کیا ہے۔ ()

۳۔ نبی کریم ﷺ آیات کو صرف زبانی یاد کرتے تھے، لکھواتے نہیں تھے۔ ()

۴۔ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے قرآن جمع کرنے کا حکم دیا۔ ()

۵۔ قرآن مجید سات مختلف لہجوں میں نازل ہوا۔ ()

۶۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے قریشی لہجے کو معیار بنا کر قرآن کی اشاعت کروائی۔ ()

۷۔ قرآن کے اعراب (زبر، زیر، پیش) نبی کریم ﷺ کے زمانے میں ہی لگائے گئے تھے۔ ()

۸۔ نصر بن عاصم اور یحییٰ بن یعمر نے قرآن پر اعراب لگانے کا کام کیا۔ ()

۹۔ آج دنیا کے تمام قرآن ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ ()

۱۰۔ قرآن کا مرکزی موضوع انسان کی ہدایت اور فلاح ہے۔ ()

(د) خالی جگہ پُر کیجیے۔

۱۔ قرآن مجید _____ کی آخری کتاب ہے۔

۲۔ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ سورہ _____ کی آیت ہے۔

۳۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں قرآن کو _____ میں جمع کیا گیا۔

۴۔ حضرت _____ نے قرآن جمع کرنے کی ذمہ داری سنبھالی۔

۵۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے قرآن کو _____ لہجے میں مرتب کروایا۔

۶۔ اعراب لگانے کا حکم _____ نے دیا۔

۷۔ قرآن کی ترتیب و تدوین میں اللہ کی _____ شامل تھی۔

۸۔ قرآن مجید کا موضوع _____ ہے۔

۹۔ کاتبین وحی میں سے ایک مشہور نام _____ کا ہے۔

۱۰۔ قرآن کے تمام نسخے آج بھی _____ ہیں۔

(ہ) نیچے دی گئی آیات پڑھ کر ان کا سبق سے ربط اور مفہوم لکھیے:

”۱۔ اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْآنَهُ“

➤ مفہوم: _____

➤ سبق سے تعلق: _____

۲۔ ”اِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ“

➤ مفہوم: _____

➤ سبق سے تعلق: _____

(و) عملی سرگرمیاں

- ۱۔ اگر قرآن کی حفاظت انسانوں کے ذمہ ہوتی تو کیا ممکن تھا کہ آج بھی ایک نقطہ نہ بدلا جاتا؟ وضاحت کریں۔
- ۲۔ آج کے مسلمانوں کو قرآن سے تعلق مضبوط کرنے کے لیے کیا عملی اقدامات کرنے چاہیے؟
- ۳۔ اپنی جماعت میں تین طلبہ کو منتخب کریں، ہر ایک سے "قرآن کے مختلف مراحل تدوین" پر مختصر پریزنٹیشن تیار کروائیں۔
- ۴۔ اپنے علاقے میں موجود مسجد یا مدرسے کا دورہ کریں اور وہاں کے امام یا قاری صاحب سے دریافت کریں کہ قرآن پڑھانے میں آج کے دور کے سب سے بڑے چیلنجز کیا ہیں؟
- ۵۔ قرآن مجید کے کسی قدیم مخطوطے (تصویر یا نقل) کے بدلے میں معلومات جمع کریں اور کلاس میں پیش کریں۔
- ۶۔ قرآن کے جمع و تدوین کے مراحل کا چارٹ یا ٹائم لائن تیار کریں۔
- ۷۔ کاتبین وحی میں سے کسی ایک صحابی کی سوانح پر مختصر مضمون لکھیں۔
- ۸۔ اگر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ قرآن کو ایک لہجے میں مرتب نہ کرواتے تو کیا مسائل پیدا ہوتے؟ اس پر ایک پیرا گراف لکھیں۔
- ۹۔ "قرآن آج بھی اپنی اصل حالت میں کیوں باقی ہے؟" — اس عنوان پر تقریر تیار کریں۔

وحی، تفسیر اور مفسر

اللہ تعالیٰ نے انسان کی رہنمائی کے لیے انبیاء کرام علیہم السلام کو بھیجا۔ ان پر جو پیغام نازل ہوا اسے وحی کہا جاتا ہے۔ اسی پیغام کو سمجھنے اور سمجھانے کے لیے تفسیر کی ضرورت پیش آئی، اور جو لوگ قرآن کی تفسیر کرتے ہیں انہیں مفسر کہا جاتا ہے۔ آئیے، ان تینوں چیزوں کو تفصیل سے سمجھتے ہیں۔

وحی :- معنی و مفہوم:

وحی کے لغوی معنی ہیں "دل میں کوئی بات ڈالنا یا چھپی ہوئی بات کو جلدی اور خفیہ طور پر پہنچانا۔" اصطلاحی طور پر وحی وہ ذریعہ ہے جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ اپنے انبیاء کو ہدایت اور پیغام دیتا ہے۔

وحی کے طریقے:

خواب کے ذریعے (حضرت ابراہیمؑ کو بیٹے کی قربانی کا حکم خواب میں ملا)
فرشتہ کے ذریعے (حضرت جبرائیلؑ قرآن لے کر نازل ہوتے تھے)
براہِ راست کلام (اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ سے کوہِ طور پر کلام فرمایا)

مثال:

قرآن مجید ہمارے نبی حضرت محمد ﷺ پر ۲۳ سال میں وحی کے ذریعے نازل ہوا۔

تفسیر، معنی و مفہوم:

تفسیر کے لغوی معنی ہیں "کھولنا یا واضح کرنا۔"

اصطلاحی طور پر تفسیر قرآن کریم کے الفاظ اور معانی کی وضاحت، احکام کی تشریح اور مقاصد کی وضاحت کو کہتے ہیں۔

تفسیر کی ضرورت:

قرآن عربی زبان میں ہے، ہر شخص کے لیے براہِ راست سمجھنا آسان نہیں۔ بعض آیات کے پس منظر (اسبابِ نزول) جانے بغیر مکمل مفہوم سمجھنا مشکل ہے۔ عبادات اور احکام شریعت کی وضاحت کے لیے تفسیر ضروری ہے۔

مثال:

سورۃ الفاتحہ کی آیت "صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ" کی تفسیر یہ کی جاتی ہے کہ "یہ ان لوگوں کا راستہ ہے جن پر اللہ نے اپنی نعمتیں فرمائیں، جیسے انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین۔" مفسر، معنی و مفہوم:

وہ عالم یا فقیہ جو قرآن کی تفسیر بیان کرتا ہے اسے مفسر کہتے ہیں۔

مفسر کی خوبیاں:

قرآن و حدیث کا گہرا علم ہو۔

عربی زبان اور اس کے ادب پر عبور رکھتا ہو۔

شریعت کے اصول اور فقہ سے واقف ہو۔

پرہیزگار اور دیانتدار ہوتا کہ اپنی خواہش سے تفسیر نہ کرے۔

خلاصہ:

وحی: اللہ تعالیٰ کا پیغام جو انبیاء کو دیا جاتا ہے۔

تفسیر: قرآن کے پیغام کو واضح اور آسان بنانے کا عمل۔
مفسر: وہ عالم جو قرآن کی تفسیر کرتا ہے۔

مشق

الف۔ جواب دیجیے:

- ۱۔ وحی کے لغوی اور اصطلاحی معنی بیان کریں۔
 - ۲۔ وحی کے تین طریقے بیان کریں اور مثال دیں۔
 - ۳۔ تفسیر کے معنی و مفہوم تحریر کریں۔
 - ۴۔ تفسیر کی ضرورت کیوں پیش آتی ہے؟
 - ۵۔ مفسر کے معنی و مفہوم تحریر کریں۔
 - ۶۔ مفسر کے لیے کم از کم چار شرطیں لکھیں۔
 - ۷۔ مفسر کا پرہیزگار اور دیانتدار ہونا کیوں ضروری ہے؟
 - ۸۔ وحی، تفسیر اور مفسر کے درمیان فرق واضح کریں۔
- (ب) اپنے استاد کی مدد سے دس مشہور مفسرین کے نام لکھیں۔
- (ج) اپنے استاد کی رہنمائی میں تین تفاسیر کا اختصار سے تعارف کرائیں۔

قرآن مجید کے مسلمانوں سے مطالبات

تعارف

قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب ہے جو پوری انسانیت کے لیے ہدایت کا سرچشمہ ہے۔ لیکن خاص طور پر مسلمانوں کے لیے اس میں زندگی گزارنے کے اصول اور رہنمائی دی گئی ہیں۔ قرآن ہمیں ایمان، عبادت، اخلاق اور معاشرت کے تمام پہلوؤں میں رہنمائی دیتا ہے۔ اس سبق میں ہم جانیں گے کہ قرآن مجید مسلمانوں سے کیا مطالبات کرتا ہے۔

قرآن مجید کے مسلمانوں سے اہم مطالبات

۱۔ ایمان لانا اور اس پر ثابت قدم رہنا

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"اے ایمان والو! ایمان لاؤ اللہ اور اس کے رسول پر" (النساء: ۱۳۶)

قرآن کا پہلا مطالبہ ایمان ہے۔ مسلمان کو ہمیشہ اپنے ایمان کو مضبوط رکھنا چاہیے۔

۲۔ اس سے ہدایت و رہنمائی حاصل کرنا

قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی وہ عظیم کتاب ہے جسے تمام انسانوں کی ہدایت اور رہنمائی کے لیے نازل فرمایا گیا ہے۔ چونکہ یہ کتاب اللہ کی طرف سے ہے، اس لیے جو شخص بھی اپنی زندگی کے تمام معاملات اپنی سوچ، نیت، اخلاق، عبادت، سماجی تعلقات، معاشرت اور پوری زندگی کو قرآن کی ہدایت کے مطابق ڈھالتا ہے، جن اعمال کے کرنے کا حکم دیا گیا ہے انہیں کرتا ہے، اور جن سے روکا گیا ہے ان سے

رک جاتا ہے، وہ دنیا میں کامیاب اور آخرت میں اللہ کی رضا اور جنت کا مستحق بنے گا۔
قرآن سے حقیقی ہدایت حاصل کرنے کے لیے ضروری ہے کہ:

۱۔ ہم اس کی باقاعدہ تلاوت کریں،

۲۔ اس کی تلاوت کو غور سے سنیں،

۳۔ اس کے معنی و مفہوم پر تدبر کریں،

۴۔ اس کے احکام پر عمل کریں،

۵۔ اور اس کی تعلیمات کو تمام انسانوں تک پہنچائیں۔

جو لوگ قرآن کو سمجھ کر اس کے مطابق زندگی بسر کرتے ہیں، انہی کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے دنیا و آخرت کی کامیابی کی خوشخبری سنائی ہے۔ جو لوگ ایسا نہیں کریں گے، قیامت کے دن اللہ کے رسول ﷺ اللہ سے ان کی شکایت کریں گے۔ یہ لوگ خسارے والے ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَقَالَ الرَّسُولُ يَا رَبِّ إِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوا هَذَا الْقُرْآنَ مَهْجُورًا (الفرقان: ۳۰)

اور رسول نے کہا: ”اے میرے رب! بے شک میری قوم نے اس قرآن کو چھوڑ رکھا تھا۔“

• قرآن کو نہ سننا

• اس پر ایمان نہ لانا

• اس پر غور و فکر نہ کرنا

• اس پر عمل نہ کرنا

• اس کی طرف دعوت نہ دینا

یہ سب "قرآن کو ترک کرنے" میں شامل ہے۔

۳۔ نماز قائم کرنا

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو" (البقرہ: ۴۳)

نماز بندے کو اللہ سے جوڑتی ہے اور برائیوں سے بچاتی ہے۔

۴۔ زکوٰۃ دینا اور ضرورت مندوں کی مدد کرنا

قرآن کہتا ہے:

"اور ان کے مالوں میں سائل اور محروم کا حق ہے" (الذاریات: ۱۹)

مسلمان کو چاہیے کہ وہ اپنے مال میں سے غریبوں کا حق ادا کرے۔

۵۔ سچائی، امانت داری اور وعدہ وفائی

"اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں ان کے حقداروں کو پہنچاؤ" (النساء: ۵۸)

سچا اور امانت دار مسلمان معاشرے کے لیے رحمت ہوتا ہے۔

۶۔ عدل و انصاف قائم کرنا

"بیشک اللہ عدل اور احسان کا حکم دیتا ہے" (النحل: ۹۰)

اسلام میں عدل کی بڑی اہمیت ہے۔ مسلمان کو انصاف پسند ہونا چاہیے۔

۷۔ علم حاصل کرنا اور غور و فکر کرنا

"کیا علم والے اور جاہل برابر ہو سکتے ہیں؟" (الزمر: ۹)

قرآن مسلمانوں کو علم حاصل کرنے اور سوچنے کی دعوت دیتا ہے۔

۸۔ نیکی پھیلانا اور برائی سے روکنا

"تم میں ایک جماعت ایسی ہو جو نیکی کی دعوت دے" (آل عمران: ۱۰۴)

قرآن مسلمانوں سے مطالبہ کرتا ہے کہ وہ اچھائی کو پھیلانیں اور برائی کو ختم کریں۔

۹۔ صبر، شکر اور تقویٰ اختیار کرنا

"اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو" (الحشر: ۱۸)

مشکلات میں صبر، نعمتوں پر شکر اور ہر وقت اللہ کا خوف رکھنا مؤمن کی شان ہے۔

۱۰۔ اتحاد و اتفاق برقرار رکھنا

"اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو اور تفرقہ نہ ڈالو" (آل عمران: ۱۰۳)

قرآن ہمیں اتحاد، محبت اور بھائی چارے کی تعلیم دیتا ہے۔

۱۱۔ اللہ کے دین کے لیے جدوجہد کرنا

"اللہ کی راہ میں جہاد کرو جیسا کہ اس کا حق ہے" (الحج: ۷۸)

اسلامی اصولوں کے لیے محنت، قربانی اور کوشش کرنا ہر مسلمان کا فرض ہے۔

خلاصہ

قرآن مجید ہمیں یہ سکھاتا ہے کہ ایمان، عبادت، عدل، علم، نیکی، صبر اور اتحاد کے ذریعے ایک بہتر زندگی گزاری جاسکتی ہے۔ جو مسلمان ان احکام پر عمل کرے گا وہ دنیا و آخرت میں کامیاب ہوگا۔

مشق

(الف) جواب دیجیے:

سوالات کے مختصر جواب دیں:

- ۱۔ قرآن مجید کا سب سے پہلا مطالبہ کیا ہے؟
 - ۲۔ قرآن میں نماز کی اہمیت کیوں بیان کی گئی ہے؟
 - ۳۔ عدل و انصاف قائم کرنے سے کیا فائدہ ہوتا ہے؟
 - ۴۔ قرآن علم حاصل کرنے کی کیا ترغیب دیتا ہے؟
 - ۵۔ مسلمانوں کے درمیان اتحاد کیوں ضروری ہے؟
- (ب) صحیح جملہ کے سامنے صحیح کا نشان اور غلط کے سامنے غلط کا نشان لگائیے:

- ۱۔ قرآن مجید صرف عربوں کے لیے نازل ہوا۔ ()
 - ۲۔ نماز قائم کرنا قرآن کا ایک اہم مطالبہ ہے۔ ()
 - ۳۔ قرآن عدل و انصاف کا حکم دیتا ہے۔ ()
 - ۴۔ مسلمانوں کو صرف اپنی ذات کے لیے جینا چاہیے۔ ()
 - ۵۔ علم حاصل کرنا قرآن کی نظر میں ضروری نہیں۔ ()
- (ج) خالی جگہوں کو مناسب الفاظ سے پُر کیجیے۔

- ۱۔ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی _____ کتاب ہے۔
- ۲۔ مسلمان کو ہر حال میں _____ قائم رکھنا چاہیے۔
- ۳۔ قرآن میں بار بار _____ کی تاکید کی گئی ہے۔

قرآن مجید کے مسلمانوں سے مطالبات

۴۔ اتحاد و اتفاق کے لیے فرمایا گیا: "اور _____ کو مضبوطی سے تھام لو۔"

۵۔ علم والے اور _____ برابر نہیں ہو سکتے۔

(د) عملی سرگرمی

۱۔ اپنے اسکول یا محلے میں ایک "قرآنی اصولوں پر مبنی اخلاقی نصیحتی پوسٹر" تیار کیجیے۔ اور اس میں

قرآن کے ایک یا دو مطالبات کو خوبصورت انداز میں لکھیے۔

عقیدہ ختم نبوت اور اس کے تقاضے

اللہ تعالیٰ نے انسان کی ہدایت کے لیے ہر دور میں انبیاء و رسل علیہم السلام کو مبعوث فرمایا۔ ان کے ذریعے انسانوں کو یہ بتایا گیا کہ انہیں اپنے خالق و مالک کی عبادت کیسے کرنی ہے اور صحیح زندگی کیسے گزارنی ہے۔ ان تمام انبیاء میں سب سے آخری نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں۔ آپ ﷺ پر نبوت کا سلسلہ ہمیشہ کے لیے ختم کر دیا گیا۔ یہی عقیدہ ختم نبوت کہلاتا ہے۔

عقیدہ ختم نبوت کی حقیقت:

"ختم نبوت" سے مراد یہ ہے کہ حضرت محمد ﷺ اللہ کے آخری نبی ہیں۔ آپ ﷺ کے بعد نہ کوئی نیابی آئے گا اور نہ ہی کسی پر وحی نازل ہوگی۔ دین اسلام مکمل ہو چکا ہے، اب قیامت تک اسی دین پر عمل کرنا لازم ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ (الاحزاب: ۴۰)

"محمد ﷺ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں، بلکہ وہ اللہ کے رسول اور سب نبیوں کے آخری نبی ہیں۔"

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "میری اور مجھ سے پہلے آنے والے انبیاء کی مثال ایسی ہے جیسے ایک عمارت جو مکمل ہو چکی ہو، صرف ایک اینٹ کی جگہ خالی ہو۔ میں وہ آخری اینٹ ہوں اور میں ہی خاتم النبیین ہوں۔" (صحیح بخاری)

اس سے واضح ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کے بعد کسی نئے نبی کی ضرورت باقی نہیں رہی۔

ختم نبوت کا مطلب:

- ۱۔ حضور ﷺ کے بعد کسی بھی شخص کو نبوت کا دعویٰ کرنے کا حق نہیں۔
 - ۲۔ جو شخص حضور ﷺ کے بعد نبوت یا وحی کا دعویٰ کرے، وہ جھوٹا اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔
 - ۳۔ دین اسلام مکمل ہو چکا ہے، اس میں کسی نئی شریعت یا وحی کی گنجائش نہیں۔
- عقیدہ ختم نبوت کے تقاضے:

۱۔ پختہ ایمان:

ہر مسلمان کا ایمان ہونا چاہیے کہ حضور ﷺ آخری نبی ہیں۔

۲۔ دفاع ختم نبوت:

اگر کوئی شخص اس عقیدے کو نقصان پہنچانے کی کوشش کرے تو مسلمان کو چاہیے کہ علمی اور پرامن طریقے سے اس کا رد کرے۔

۳۔ سنت پر عمل:

چونکہ اب وحی کا دروازہ بند ہے، لہذا ہمیں حضور ﷺ کی سنت پر عمل کر کے ہی کامیابی حاصل کرنی ہے۔

۴۔ دینی غیرت و حمیت:

مسلمان کو اپنے نبی ﷺ کی عزت، ناموس اور ختم نبوت کے تحفظ کے لیے ہر جائز کوشش کرنی چاہیے۔

۵۔ دعوت و تبلیغ اور اقامت دین:

ختم نبوت کے عقیدے کا ایک اہم تقاضیہ بھی ہے کہ اسلام کے دین حق کو پوری انسانیت تک پہنچایا جائے، لوگوں کو اس کی سچائی، اچھائی، حقیقت اور پیغام رحمت سے باخبر کیا جائے اور انہیں اس دین کی اتباع کی طرف بلایا جائے۔ اسی کے مطابق اپنی انفرادی، اجتماعی اور سماجی زندگیوں کو ڈھالا جائے۔

کیونکہ اللہ کے پیارے نبی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے آخری نبی اور رسول ہیں۔ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آنے والا۔ آپ کی لائی ہوئی شریعت قیامت تک کے لیے مکمل اور دنیا کے تمام انسانوں کے لیے عام ہے۔ لہذا اس دین کو دنیا کے ہر انسان تک پہنچانا، اس کی حقیقت واضح کرنا، اس کے نظام امن، عدل، انصاف، انسانی مساوات، فلاح اور بہبود سے دنیا کو متعارف کرانا اور اس نظام کا قیام، یہ سب کام امت مسلمہ کی ذمہ داری ہے، جو حضور پر ایمان لائی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اس آخری نبی پر نازل ہونے والے دین کو مکمل کر دیا، جیسا کہ فرمایا: اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ

لَكُمْ دِينَكُمْ وَاَتَمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيْتُ لَكُمْ الْاِسْلَامَ دِينًا (المائدہ: ۳)

ترجمہ: آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین کامل کر دیا، اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی، اور تمہارے لیے اسلام کو بطور دین پسند کر لیا۔

شریعت کی تکمیل ساتھ اس کے تحفظ کی ذمہ داری بھی اللہ نے خود اپنے ذمہ لی، فرمایا: اِنَّا نَحْنُ

نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ (سورہ حجر آیت: ۹)

”یقیناً ہم نے یہ ذکر (قرآن) نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔“

نبوت کے سلسلے کو ختم ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس پیغام کو انسانیت تک پہنچانے کی ذمہ داری امت

مسلمہ پر رکھی، ارشاد فرمایا: وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ اُمَّةً وَسَطًا لِتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلٰى النَّاسِ

وَيَكُونَنَّ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا (سورة البقرة: ۱۴۳)

اور اسی طرح ہم نے تمہیں ایک درمیانی، معتدل اور بہترین امت بنایا ہے، تاکہ تم لوگوں پر گواہ بنو، اور رسول تم پر گواہ ہوں۔

- اُمَّةً وَسَطًا سے مراد وہ امت ہے جو اعتدال، توازن، انصاف اور حق کا معیار ہو۔
- امتِ مسلمہ کو یہ مقام اس لیے دیا گیا کہ وہ دنیا کے انسانوں تک اللہ کا پیغام پہنچائے اور ان کے سامنے حق کی گواہی دے۔

• قیامت کے دن یہ امت شہادت دے گی کہ رسول اللہ ﷺ نے اللہ کا دین انسانوں تک پہنچا دیا تھا۔

• اور رسول اللہ ﷺ اپنی امت کے بارے میں گواہی دیں گے کہ انہوں نے پیغام پہنچایا یا نہیں۔

ایک اور جگہ فرمایا:

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ (سورة آل عمران: ۱۱۰)

"تم بہترین امت ہو جو لوگوں (کی بھلائی) کے لیے ظاہر کی گئی ہے۔ تم نیکی کا حکم دیتے ہو، برائی سے روکتے ہو، اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔"

- خَيْرَ أُمَّةٍ: یعنی وہ امت جسے اللہ نے خیر، بھلائی، اصلاح اور ہدایت کے مشن کے لیے منتخب کیا۔
- اس امت کی بھلائی اور فضیلت کی سب سے بڑی بنیادیں بیان کی گئیں:

- ۱- امر بالمعروف— لوگوں کو بھلائی، عدل، نیکی اور اصلاح کی دعوت دینا۔
- ۲- نہی عن المنکر— ظلم، برائی، فساد، گمراہی اور بد عملی سے روکنا۔
- ۳- ایمان باللہ— اللہ پر مضبوط ایمان رکھنا جو عمل خیر کی بنیاد ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس امت کے منصب کو واضح کرتے ہوئے فرمایا: عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «بَلِّغُوا عَنِّي وَلَوْ آيَةً...» (صحیح البخاری حدیث نمبر: ۳۴۶۱)

”حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”میری طرف سے (میرا پیغام) پہنچاؤ، چاہے وہ ایک ہی آیت ہو۔“

رسول اللہ ﷺ نے ہر مسلمان کو حکم دیا کہ جو دین کی بات اسے صحیح طرح معلوم ہو، اسے دوسروں تک پہنچائے۔

تبلیغ صرف علماء کی ذمہ داری نہیں بلکہ ہر مسلمان اپنی معلومات کے مطابق خیر کی بات پہنچائے لہذا عقیدہ ختم نبوت کا یہ بھی تقاضا ہے کہ:

- دین کو قرآن و سنت سے سیکھا جائے،
 - اس کی خوبیوں اور حکمتوں کو سمجھا جائے،
 - دنیا کو اس کی حقیقت اور بھلائی سے متعارف کرایا جائے،
 - جو لوگ اس دین کو قبول کریں، ان کا تزکیہ اور تربیت کی جائے،
 - اور خود بھی اس دین کو پوری طرح اختیار کیا جائے،
- تاکہ امت ایک نمونہ خیر بن سکے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مشن کو آگے بڑھاسکے۔

ختم نبوت کی اہمیت:

- یہ ایمان کا بنیادی جز ہے۔
- اس عقیدے کے بغیر ایمان مکمل نہیں۔
- ختم نبوت دراصل اسلام کی حفاظت کی ضمانت ہے۔
- یہی عقیدہ امت مسلمہ کو متحد رکھتا ہے۔

نتیجہ:

عقیدہ ختم نبوت اسلام کی بنیادوں میں سے ایک ہے۔ نبی ﷺ پر ایمان لانے کا مطلب یہ بھی ہے کہ ہم آپ ﷺ کو آخری نبی مانیں۔ اب دین میں کسی نئے نبی یا نئی شریعت کی گنجائش نہیں۔ ہمیں اپنے ایمان کی حفاظت کرنی چاہیے اور ختم نبوت کے پیغام کو اپنی نسلوں تک پہنچانا چاہیے۔

مشق

الف: مختصر جواب دیجیے۔

- ۱۔ ختم نبوت سے کیا مراد ہے؟
- ۲۔ ختم نبوت کا عقیدہ کیوں ضروری ہے؟
- ۳۔ قرآن کریم میں اس عقیدے کی کیا دلیل ہے؟
- ۴۔ نبی ﷺ نے اپنی نبوت کے متعلق کیا فرمایا؟
- ۵۔ مسلمان پر ختم نبوت کے تقاضے کیا ہیں؟

(ب) صحیح جملہ کے سامنے صحیح کا نشان اور غلط کے سامنے غلط کا نشان لگائیے:

- ۱- حضرت محمد ﷺ کے بعد بھی نبی آسکتے ہیں۔ ()
- ۲- قرآن میں نبی ﷺ کو خاتم النبیین کہا گیا ہے۔ ()
- ۳- عقیدہ ختم نبوت ایمان کا حصہ نہیں۔ ()
- ۴- نبی ﷺ نے فرمایا کہ میں آخری نبی ہوں۔ ()
- ۵- ختم نبوت کا مطلب ہے نبوت کا ہمیشہ کے لیے ختم ہونا۔ ()

(ج) خالی جگہوں کو مناسب الفاظ سے پُر کیجیے:

- ۱- نبی ﷺ پر _____ کا سلسلہ ختم کر دیا گیا۔
- ۲- دین اسلام اب ہمیشہ کے لیے _____ ہو چکا ہے۔
- ۳- ختم نبوت کا انکار کرنے والا _____ سے خارج ہو جاتا ہے۔
- ۴- نبی ﷺ نے فرمایا: "میں _____ نبی ہوں۔"
- ۵- قرآن میں ہے: "وَخَاتَمَ _____"

(د) غور و فکر کے سوالات:

- ۱- اگر کوئی شخص نبوت کا دعویٰ کرے تو مسلمان کا رویہ کیا ہونا چاہیے؟
- ۲- دین اسلام کی تکمیل ختم نبوت سے کیسے وابستہ ہے؟
- ۳- آپ اپنے روزمرہ کے عمل سے عقیدہ ختم نبوت پر ایمان کا اظہار کیسے کر سکتے ہیں؟

(ه) عملی سرگرمی:

- ۱- طلبہ ایک چھوٹا پیغام یا پوسٹر تیار کریں جس میں عقیدہ ختم نبوت کا خلاصہ لکھا ہو۔

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ

نام: * عمر بن عبد العزیز بن مروان بن حکم، کنیت: ابو حفص *
جلیل القدر تابعی اور خلافت بنو امیہ کے آٹھویں خلیفہ تھے اور سلیمان بن عبد الملک کے بعد مسند خلافت پر بیٹھے۔ انہیں ان کی نیک سیرتی کے باعث پانچواں خلیفہ راشد بھی کہا جاتا ہے اور آپ خلیفہ صالح کے نام سے بھی مشہور ہیں۔

پیدائش: ۲ نومبر ۶۸۲ء، مدینہ منورہ، وفات: ۵ فروری ۷۲۰ء، عمر: ۳۹ سال

بارِ خلافت:

۷۱۸ء میں شام کی ایک جگہ وابق کے مقام پر (جو فوج کی اجتماع گاہ تھی) جب خلیفہ سلیمان بن عبد الملک بیمار ہوا اور زندگی کی کوئی امید باقی نہ رہی تو اپنے وزیر رجاہ بن حیوہ کو بلا کر اپنے جانشین کے بارے میں رائے لی۔ سلیمان نے رجاہ کے مشورہ کے مطابق عمر بن عبد العزیز اور یزید بن عبد الملک کو علی الترتیب اپنا جانشین مقرر کر کیا۔

عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ اس عظیم ذمہ داری کے اٹھانے سے لرزاں تھے۔ خلیفہ مقرر ہونے کے بعد آپ پر گھبراہٹ کا عالم طاری تھا آپ خود اس کے خواہش مند نہ تھے۔ ان کے نزدیک خلافت موروثی نہیں بلکہ اہلیت کی بنیاد پر عوام کی رائے سے ڈلی جانے والی عظیم ذمہ داری تھی۔ لہذا سلیمان کے

دفن کرنے کے بعد مسجد میں آئے، منبر پر چڑھے اور لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: ”لوگو! میری خواہش اور عام مسلمانوں کی رائے لیے بغیر مجھے خلافت کی ذمہ داری میں مبتلا کیا گیا ہے اس لیے میری بیعت کا جو طوق تمہاری گردن میں ہے خود اسے اتارے دیتا ہوں، تم جسے چاہو اپنا خلیفہ بنا لو۔“

یہ تقریر سن کر سب نے بلند آواز سے کہا ہم نے آپ کو اپنے لیے پسند کیا اور آپ سے راضی ہو گئے اس کے بعد آپ نے لوگوں سے کہا: ”اے لوگو! جس نے اللہ کی اطاعت کی، اس کی اطاعت انسان پر واجب ہے، جس نے اللہ کی نافرمانی کی، اس کی اطاعت لوگوں پر ضروری نہیں۔ میں اگر اللہ تعالیٰ کی اطاعت کروں تو میری اطاعت ضروری جانو اور اگر میں اللہ کی نافرمانی کروں تو میری بات نہ مانو“

لوگوں نے ایک بار پھر آپ کی تائید کی اور اس طرح بیعت عامہ حاصل کرنے کے بعد آپ نے خلیفہ اسلام کی حیثیت سے اپنے کام کا آغاز کیا۔ خلیفہ مقرر ہونے کے بعد جب آپ عوام کے سامنے آئے تو لوگ ان کے احترام میں کھڑے ہو گئے۔ عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: ”اے لوگو! اگر تم ہمارے اعزاز میں کھڑے ہو گئے تو ہم بھی کھڑے ہو جایا کریں گے۔ اگر تم بیٹھو گے تو ہم بیٹھیں گے۔ لوگ اللہ کے حضور کھڑے ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے کچھ باتیں انسانوں پر فرض کیں اور کچھ سنن قرار دیں۔ جنہوں نے ان کی پابندی کی وہ کامیاب ہوئے اور جس نے ان کا لحاظ نہ رکھا وہ تباہ ہوا۔“

اس کے بعد آپ نے فرمایا: ”تم میں سے جو کوئی میرے پاس آئے وہ ان باتوں کا خیال رکھے، مجھ تک ایسی حاجت پہنچائے جس کا مجھے علم نہ ہو۔ مجھے ایسے عدل و انصاف کی طرف توجہ دلائے جو مجھ سے نہ ہو سکا ہو۔ سچائی میں میرا ساتھ دے۔ مسلمانوں کی امانت کا نگہبان اور محافظ ہو۔ میرے پاس کسی کی غیبت نہ کرے۔“

احساس فرض اور طرز زندگی میں تبدیلی:

خلافت کا بار گراں اٹھاتے ہی فرض کی تکمیل کے احساس نے آپ کی زندگی بالکل بدل کر رکھ دی۔ وہی عمر جو نفاست پسندی اور خوش لباسی میں اپنائی نہیں رکھتے تھے، جو خوشبو کے دلدادہ تھے، جن کی چال امیرانہ آن بان کی آئینہ دار تھی، جن کا لباس فاخر تھا، اب سراپا عجز و نیاز تھے۔ سلیمان کی تجہیز و تکفین کے بعد پلٹے تو سواری کے لیے اعلیٰ ترین گھوڑے پیش کیے گئے مگر حضرت عمر بن عبدالعزیز نے ان پر سوار ہونے سے انکار کر دیا اور کہا: "میرے لیے میرا خچر کافی ہے" اور انہیں واپس بیت المال میں داخل کرنے کا حکم دیا۔ جب افسر پولیس نیزہ لے کر آگے آگے روانہ ہوا تو اسے ہٹا دیا اور کہا کہ "میں بھی تمام مسلمانوں کی طرح ایک مسلمان ہوں"۔ پھر جب سلیمان کے اثاثہ کو وراثت میں تقسیم کرنے کی تجویز کی تو آپ نے سارے سامان کو بیت المال میں داخل کرنے کا حکم صادر کر دیا۔ واپسی کے وقت دستور کے مطابق خیال تھا کہ وہ قصر خلافت میں ضرور داخل ہوں گے لیکن آپ اس کے بجائے یہ کہہ کر کہ "میرے لیے میرا خیمہ کافی ہے" اندر داخل ہو گئے۔

آپ کو ہر وقت امت مسلمہ کے حقوق کی نگہداشت اور اللہ تعالیٰ کے احکامات کی تعمیل اور نفاذ کی فکر دامن گیر رہتی جس کی وجہ سے ہمیشہ چہرے پر پریشانی اور ملال کے آثار دکھائی دیتے۔ اپنی بیوی فاطمہ کو حکم دیا کہ تمام زرو جو اہر بیت المال میں جمع کرادو ورنہ مجھ سے الگ ہو جاؤ۔ وفا شعار اور نیک بیوی نے تعمیل کی۔ گھر کے کام کاج کے لیے کوئی ملازمہ مقرر نہ تھی تمام کام ان کی بیوی خود کرتی۔ الغرض آپ کی زندگی درویشی اور فقر و استغنا کا نمونہ ہو کر رہ گئی۔ آپ کی تمام تر مساعی اور کوششیں اس امر پر لگی ہوئی تھیں کہ وہ ایک بار پھر سنت فاروقی اور عہد فاروقی کی یاد تازہ کر دیں۔ آپ اس پاکیزہ زندگی اور کارہائے نمایاں کی بدولت ہی پانچویں خلیفہ راشد قرار پائے۔

احیائے شریعت کے لیے کام کیا۔ بیت المال کو خلیفہ کی بجائے عوام کی ملکیت قرار دیا۔ اس میں سے تحفے تحائف اور انعامات دینے کا طریقہ موقوف کر دیا۔ ذمیوں سے حسن سلوک کی روایت اختیار کی۔ اس کے علاوہ معاشی اور سیاسی نظام میں اور بھی اصلاحات کیں۔

آپ کے دورِ خلافت کی خصوصیت :

خلافت سنبھالنے کے بعد آپ نے اعلان عام کروایا کہ اموی خلفاء نے جس کے مال، جاگیر یا جائداد پر ناجائز قبضہ جمالیا ہے وہ ان کے حقداروں کو واپس کی جا رہی ہیں۔ اس اعلان کے بعد جاگیروں کی دستاویزات منگوائیں اور آپ کے ایک ماتحت ان دستاویزات کو نکال کر پڑھتے جاتے تھے اور حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ اسے پھاڑ پھاڑ کر پھینکتے جاتے تھے۔ آپ نے اپنی اور اہل خاندان کی ایک ایک جاگیر ان کے حقداروں کو واپس کر دی اور اس میں کسی کے ساتھ کسی قسم کی رعایت سے کام نہ لیا۔ خلیفہ بننے سے قبل حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کی نفاست پسندی کا یہ حال تھا کہ نہایت بیش قیمت لباس زیب تن کرتے تھے اور تھوڑی دیر میں اسے اتار کر دوسرا قیمتی لباس پہنتے تھے۔ وہ اپنے زمانے کے سب سے خوش لباس اور جامہ زیب شخص مانے جاتے تھے لیکن عہدہ خلافت سنبھالتے ہی ان کی زندگی میں بڑا تغیر آگیا۔ انہوں نے گھر کا ایک ایک نگینہ بیت المال میں داخل کروایا، خاندان کے تمام وظائف بند کر دیے اور اپنی تمام سواریاں فروخت کر کے رقم بیت المال میں داخل کروادی۔ انہوں نے خلفاء کے ساتھ نقیبوں اور علمبرداروں کے چلنے کا سلسلہ بھی بند کروایا۔

بنو امیہ کی حکومت کے ۹۲ سالہ دور میں حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کی خلافت کے ڈھائی سال تاریکی میں روشنی کی حیثیت رکھتے ہیں۔ آپ کا زمانہ خلافت حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طرح بہت ہی مختصر تھا۔ لیکن جس طرح عہد صدیقی بہت اہم زمانہ تھا اسی طرح حضرت عمر بن عبد

العزیز کی خلافت کا زمانہ بھی عالم اسلام کے لیے قیمتی زمانہ تھا۔ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ وہ خلافت اسلامیہ کو خلافت راشدہ کے نمونے پر قائم کر کے عہد صدیقی اور عہد فاروقی کو دنیا میں پھر واپس لے آئے تھے۔

شہادت:

رجب ۱۰۱ھ بمطابق جنوری ۷۲۰ء میں آپ بیمار پڑ گئے۔ کہا جاتا ہے کہ بنو امیہ نے آپ کے ایک خادم کو ایک ہزار اشرفیاں دے کر آپ کو زہر دلوا دیا تھا۔ آپ کو علالت کے دوران ہی اس کا علم ہو گیا تھا لیکن آپ نے غلام سے کوئی انتقام نہ لیا بلکہ اشرفیاں اس سے لے کر بیت المال میں داخل کروادیں اور غلام کو آزاد کر دیا۔

طبیعت بہت خراب ہو گئی تو آپ نے اپنے بعد ہونے والے خلیفہ یزید بن عبد الملک کے نام وصیت لکھوائی جس میں انہیں تقویٰ کی تلقین کی۔ ۲۵ رجب ۱۰۱ھ بمطابق ۱۰ فروری ۷۲۰ء کو آپ نے اپنا سفر حیات مکمل کر لیا۔ اس وقت آپ کی عمر صرف ۳۹ سال تھی۔ آپ کو حلب کے قریب دیر سمعان میں سپرد خاک کیا گیا جو شام میں ہے۔

کارنامے:

آپ نے اپنے مختصر دور خلافت میں رعایا کی فلاح و بہبود کے لیے بھی وسیع پیمانے پر اقدامات کیے۔ خلیفہ بننے سے قبل نو مسلموں سے بھی جزیہ وصول کیا جاتا تھا، آپ نے اسے ظلم قرار دیتے ہوئے اس کی ممانعت کر دی۔ اس پر صرف مصر میں اتنے لوگ مسلمان ہوئے کہ جزیہ کی آمدنی گھٹ گئی اور وہاں کے حاکم سے آپ سے شکایت کی کہ آمدنی کم ہونے کی وجہ سے قرض لے کر مسلمانوں کے وظیفے ادا کرنے پڑ رہے ہیں جس پر آپ نے لکھا کہ "جزیہ بہر حال ختم کر دو، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہادی

بنا کر بھیجے گئے تھے، محصل بنا کر نہیں۔"

آپ نے بیت المال کی حفاظت کا نہایت سخت انتظام کیا، دفتری اخراجات میں تخفیف کر دی۔ ملک کے تمام معذورین اور شیر خوار بچوں کے لیے وظیفے مقرر کیے۔ نو مسلموں پر جزیہ معاف کر دینے سے آمدنی گھٹنے کے باوجود سرکاری خزانے سے حاجت مندوں کے وظائف مقرر کیے لیکن ناجائز آمدنیوں کی روک تھام، ظلم کے سدباب اور مال کی دیانتدارانہ تقسیم کے نتیجے میں صرف ایک سال بعد یہ نوبت آگئی کہ لوگ صدقہ لے کر آتے تھے اور صدقہ لینے والے نہ ملتے تھے۔

آپ نے جگہ جگہ سرانیں بنوائیں جن میں مسافروں کی ایک دن اور بیمار مسافروں کی دو دن میزبانی کا حکم دیا، شراب کی دکانوں کو بند کروادیا اور حکم دیا کہ کوئی ذمی مسلمانوں کے شہروں میں شراب نہ لانے پائے۔

آپ نے اپنے دور میں علم کی اشاعت پر خصوصی توجہ دی۔ آپ نے تدریس و اشاعت میں مشغول علمائے کرام کے لیے بیت المال سے بھاری وظیفے مقرر کر کے ان کو فکرِ معاش سے آزاد کر دیا۔ آپ کا سب سے بڑا تعلیمی کارنامہ احادیثِ نبوی کی حفاظت و اشاعت ہے۔ آپ کے دور میں بڑے پیمانے پر تبلیغِ اسلام کے باعث ہزاروں لوگ مسلمان ہوئے۔

آپ نے ہر معاملہ میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی مثال کو سامنے رکھا اور اپنے فکر و عمل سے ایک بار پھر عہدِ فاروقی کی یاد تازہ کر دی۔ آپ سے پہلے مختلف حکمران اسلام کے دیے ہوئے نظامِ مذہب و اخلاق اور سیاست و حکومت میں طرح طرح کی رنگ آمیزیاں کر رہے تھے۔ آپ نے ان سب خرابیوں سے حکومت و معاشرہ کو پاک کرنے کی کوششیں کیں۔ ملوکیت کی امتیازی خصوصیات مٹانے کی پوری کوشش کی۔ آپ نے بیت المال کو پھر قومی امانت کا درجہ دیا۔ چھوٹے بڑے کے امتیازات، جبر

و اسبتداد کے نشانات اور حکمرانوں کے ظلم و ستم کو ختم کر کے آپ نے خلافت راشدہ کے نقش قدم پر چل کر اسلام کا نظام عدل دوبارہ قائم کیا۔ آپ نے خلافت کی موروثی حیثیت ختم کرنے کے کی کوشش کی لیکن بنو امیہ کی ریشہ دوانیوں نے انہیں یہ تبدیلی لانے کی مہلت نہ دی۔ تجدید و اصلاح کے اس کارنامہ کی بدولت آپ کا زمانہ خلافت راشدہ میں شمار کیا جاتا ہے اور آپ کو پانچواں خلیفہ راشد مانا جاتا ہے۔

مشق

(الف) مختصر جواب تحریر کیجیے:

- ۱۔ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کو پانچواں خلیفہ راشد کیوں کہا جاتا ہے؟
- ۲۔ خلافت ملنے کے بعد آپ نے منبر پر کھڑے ہو کر کیا اعلان فرمایا؟
- ۳۔ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے بیت المال کے بارے میں کیا اصول قائم کیے؟
- ۴۔ آپ کی ذاتی زندگی خلافت کے بعد کس طرح بدل گئی؟
- ۵۔ نو مسلموں پر جزیہ ختم کرنے سے کیا نتیجہ سامنے آیا؟
- ۶۔ آپ نے اپنی وفات سے پہلے یزید بن عبد الملک کو کیا نصیحت کی؟

(ب) تفصیلی جواب تحریر کیجیے:

- ۱۔ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے دور خلافت کی نمایاں خصوصیات بیان کریں۔
- ۲۔ احساسِ فرض نے حضرت عمر بن عبد العزیز کی طرز زندگی میں کیا تبدیلیاں پیدا کیں؟

۳۔ آپ کے دور میں ہونے والی معاشی اور سماجی اصلاحات کا خلاصہ لکھیں۔

۴۔ خلافت سنبھالنے کے بعد آپ نے نظام حکومت کو خلافتِ راشدہ کے نمونے پر کیسے قائم کیا؟

(ج) صحیح کے سامنے صحیح کا نشان (✓) اور غلط کے سامنے غلط کا نشان (×) لگائیے:

۱۔ حضرت عمر بن عبد العزیز کی پیدائش دمشق میں ہوئی۔ ()

۲۔ آپ نے اپنے خاندان کی تمام جاگیریں واپس کروائیں۔ ()

۳۔ آپ نے بطور خلیفہ قیمتی لباس پہننے کا سلسلہ جاری رکھا۔ ()

۴۔ آپ نے نو مسلموں سے جزیہ لینا دوبارہ شروع کیا۔ ()

۵۔ آپ نے ذمیوں سے حسن سلوک کا طریقہ اختیار کیا۔ ()

(د) خالی جگہوں کو مناسب الفاظ سے پُر کیجیے:

۱۔ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کو ان کی نیک سیرتی کی وجہ سے _____ کہا جاتا ہے۔

۲۔ خلافت ملنے کے بعد آپ نے فرمایا کہ اگر میں اللہ کی اطاعت کروں تو میری _____ کرو۔

۳۔ آپ نے قصر خلافت کی بجائے _____ میں رہنے کو ترجیح دی۔

۴۔ آپ کے دور میں احادیث کی _____ پر خاص توجہ دی گئی۔

۵۔ آپ نے شراب کی دکانیں بند کروائیں اور ذمیوں کو _____ لانے سے منع کیا۔

(ہ) درج ذیل میں سے کسی دو پر مختصر نوٹ لکھیے:

۱۔ احساسِ فرض

۲۔ بیت المال میں اصلاحات

۳۔ علمی خدمات

۴۔ سماجی عدل

(و) الفاظ کے معنی تحریر کیجیے:

- ۱۔ تائید
- ۲۔ نفاذ
- ۳۔ تجہیز و تکفین
- ۴۔ ریشہ دو انیاں
- ۵۔ امتیاز

(ز) غور و فکر کر کے جواب دیجیے:

۱۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت سے موجودہ حکمرانوں اور انتظامی اداروں کو کیا سبق ملتا ہے؟

۲۔ اگر آج کے معاشرے میں ان جیسا نظام نافذ ہو جائے تو کیا مثبت تبدیلیاں آسکتی ہیں؟

(ح) "حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ — ایک مثالی حکمران" کے عنوان پر ۱۲ سے ۱۵ سطروں کا مضمون لکھیے۔

امام النووی کی الاربعین سے منتخب احادیث

۲۶/۱- عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: كُلُّ سُلَامَى مِنَ النَّاسِ عَلَيْهِ صَدَقَةٌ، كُلَّ يَوْمٍ تَطْلُعُ فِيهِ الشَّمْسُ: تَعْدِلُ بَيْنَ اثْنَيْنِ صَدَقَةٌ، وَتُعِينُ الرَّجُلَ فِي دَابَّتِهِ فَتَحْمِلُهُ عَلَيْهَا، أَوْ تَرْفَعُ لَهُ عَلَيْهَا مَتَاعَهُ صَدَقَةٌ، وَالْكَلِمَةُ الطَّيِّبَةُ صَدَقَةٌ، وَكُلُّ خَطْوَةٍ تَمْشِيهَا إِلَى الصَّلَاةِ صَدَقَةٌ، وَتُمْيِطُ الْأَذَى عَنِ الطَّرِيقِ صَدَقَةٌ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَمُسْلِمٌ) وَاللَّفْظُ لَهُ.

حدیث نمبر ۲۶/۱ ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر دن جب سورج طلوع ہوتا ہے، تو ہر آدمی پر اس کے بدن کے ہر پور پر ایک صدقہ واجب ہوتا ہے دو آدمیوں کے درمیان کے جھگڑے کو عدل سے نمٹانا صدقہ ہے کسی کو اس کی سواری پر سوار ہونے میں مدد کرنا اور اس کے کسی سامان کو اس کی سواری کے جانور پر چڑھانے میں مدد کرنا صدقہ ہے، اچھی بات کہنا صدقہ ہے ہر قدم جو نماز کے لیے اٹھتے ہیں صدقہ ہے اور جب تم راستے سے کسی تکلیف دہ چیز کو ہٹا دیتے ہو تو یہ بھی ایک صدقہ ہے (بخاری و مسلم)

حدیث کی مختصر تشریح:

صدقہ وہ رقم، مال جو محتاج انسانوں کو اللہ کا تقرب حاصل کرنے کی نیت سے خفیہ یا اعلانیہ طور پر دیا جائے یا کوئی فائدہ جو ضرورت مندوں کو پہنچایا جائے، اسے صدقہ کہا جاتا ہے اسلام میں اس عمل کو

بڑی اہمیت حاصل ہے۔ حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ ہر دن ہمارے جسم کے ہر عضو پر ایک صدقہ واجب ہوتا ہے اور یہ صدقہ کسی محتاج کو مالی مدد کر کے یا کسی اور ذریعے سے اس کی مدد کر کے، نوافل کے اہتمام کے ذریعے، اچھی اور نرم گفتگو کر کے، کسی کی دل جوئی کر کے، کسی پیاسے کو پانی پلا کر، کسی مسافر کو مدد کر کے، نیکی کا حکم کر کے، بدی سے روک کر، لوگوں کو تکلیف دہ چیزوں سے بچا کر اور ان کو فائدہ پہنچا کر ہم اپنے جسم کے ہر عضو کا صدقہ ادا کر سکتے ہیں جس پر ہمیں اللہ کا انعام ملے گا۔

۲۷/۲ - عَنِ النَّوَّاسِ بْنِ سَمْعَانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: الْبِرُّ حُسْنُ الْخُلُقِ، وَالْإِثْمُ مَا حَاكَ فِي نَفْسِكَ وَكَرِهْتَ أَنْ يَطَّلَعَ عَلَيْهِ النَّاسُ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حدیث نمبر ۲۷/۲ ترجمہ: حضرت نواس بن سمان سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نیکی اور گناہ کے بارے میں سوال کیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اچھے اخلاق کا مظاہرہ کرنا نیکی ہے اور گناہ کا کام یہ ہے کہ تو کوئی ایسا کام کرے جس سے تیرے دل میں کھٹک پیدا ہو اور تمہیں یہ بات ناگوار ہو کہ کسی دوسرے کو اس کی خبر ہو جائے (مسلم)

تشریح: نیکی کا دائرہ بہت وسیع ہے عبادت، اطاعت، صدقہ و خیر خواہی وغیرہ لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں خاص طور پر حسن اخلاق کو نیکی کا خلاصہ قرار دیا ہے۔ نرم مزاجی، سچائی، عدل دوسروں کو اذیت نہ دینا اور صلہ رحمی کرنا حسن اخلاق میں شامل ہے۔ اس حدیث میں انسان کی نیکی کا سب سے اعلیٰ معیار اخلاق کو بتایا گیا ہے۔ اسی طرح اس حدیث میں بتایا گیا ہے کہ گناہ وہ ہے جو انسان کے اندر بے چینی اور کھٹک پیدا کرے انسان اس کو چھپانا چاہے، ایسی کیفیت ہو تو ایسے کام سے بچنے کی تلقین کی گئی ہے۔

۲۸/۳ - وَعَنْ وَابِصَةَ بْنِ مَعْبُدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: أَتَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ: جِئْتَ تَسْأَلُنِي عَنِ

الْبِرِّ؟» قُلْتُ: نَعَمْ. قَالَ اسْتَفْتِ قَلْبَكَ، الْبِرُّ مَا اطْمَأَنَّتْ إِلَيْهِ النَّفْسُ وَاطْمَأَنَّ إِلَيْهِ الْقَلْبُ، وَالْإِثْمُ مَا حَاكَ فِي النَّفْسِ وَتَرَدَّدَ فِي الصَّدْرِ، وَإِنْ أَفْتَاكَ النَّاسُ وَأَفْتَوَكَ حَدِيثٌ حَسَنٌ. رواه أحمد والدارمي.

حدیث نمبر ۲۸/۳ ترجمہ: حضرت وابصہ بن معبد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم نیکی اور احسان کے بارے میں دریافت کرنے آئے ہو؟ میں نے کہا جی ہاں! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اپنے دل سے پوچھو، نیکی اور بھلائی کا کام وہ کام ہے جس سے نفس اور دل کو اطمینان حاصل ہوتا ہے اور گناہ کا کام یہ ہے کہ اس کام سے نفس میں ایک کھٹک پیدا ہو اور سینے میں تردد پیدا ہو اگرچہ اس کام کے جواز پر فتویٰ ہی کیوں نہ دیا گیا ہو۔

۲۹/۴ - عَنْ أَبِي نَجِيحِ الْعَرَبِيَّ بْنِ سَارِيَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: وَعَظَنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مَوْعِظَةً وَجَلَّتْ مِنْهَا الْقُلُوبُ، وَذَرَفَتْ مِنْهَا الْعَيْونُ فَقُلْنَا: يَا رَسُولَ اللَّهِ؛ كَأَنَّهَا مَوْعِظَةٌ مُودَعٍ فَأَوْصِنَا. قَالَ: «أَوْصِيكُمْ بِتَقْوَى اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ، وَالسَّمْعِ وَالطَّاعَةِ، وَإِنْ تَأَمَّرَ عَلَيْكُمْ عَبْدٌ، فَإِنَّهُ مَنْ يَعِشْ مِنْكُمْ فَسَيَرَى اخْتِلَافًا كَثِيرًا. فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ الْمُهَدِيِّينَ، عَضُّوا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِدِ، وَإِيَّاكُمْ وَمُحَدَّثَاتِ الْأُمُورِ، فَإِنَّ كُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

حدیث نمبر ۲۹/۴ ترجمہ: ابو نجیح عرباض بن ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ایک ایسی نصیحت کی جس سے دل لرز اٹھے، آنکھیں بہ پڑیں، تو ہم نے کہا اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ کی یہ نصیحت ایک رخصت ہونے والے شخص کی نصیحت کی طرح ہے تو آپ ہمیں مزید نصیحت فرمائیں، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ میں تمہیں اللہ کا تقویٰ اختیار کرنے کی نصیحت

کرتا ہوں اور اپنے امیر کی بات سننے اور اطاعت کرنے کی نصیحت کرتا ہوں اگرچہ تمہارے اوپر ایک غلام ہی کیوں نہ حاکم بنا دیا جائے۔ تم میں سے جو لوگ آئندہ زندہ رہیں گے وہ آپس میں بہت سے اختلافات دیکھیں گے۔ تو ایسی صورت میں تم پر میرے اور ہدایت یافتہ اور نیک خلفاء کے طریقے کی پیروی لازم ہے۔ ان طریقوں کو اپنے دانتوں سے مضبوطی سے پکڑ لو اور دین میں نئی نئی چیزوں کو پیدا کرنے سے بچو۔ کیونکہ ہر نئی چیز (جو دین کے قبیل سے ہو) گمراہی ہے۔ (اس حدیث کی روایت ابو داؤد و ترمذی نے کی ہے اور اسے حسن کہا ہے)

تشریح: ایک مسلمان کے لیے تقویٰ سب سے اہم چیز ہے اگر ہمارے دلوں سے تقویٰ ختم ہو جائے تو ہمارا بیڑا غرق ہو جائے۔ دوسری اہم چیز اطاعت امیر ہے اس کے بغیر مسلمانوں کی اجتماعیت پارہ پارہ ہو جائے گی، بعد کے زمانے میں دین کے نام پر بہت سے طریقے رائج ہو جائیں گے۔ ایسی صورت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور خلفائے راشدین کی سنت ہمارے لیے مشعل راہ ہوگی۔ عقائدی اور عباداتی امور میں نئے طریقے ایجاد نہیں کیے جاسکتے۔ البتہ تدبیر منزل، تدبیر مملکت اور سماجی امور کی تدبیر میں خوب سے خوب تر طریقے ایجاد کیے جاسکتے ہیں۔ جو اسلام کے بنیادی عقائد و روح سے متصادم نہ ہوں۔

۳۰/۵ عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ! أَخْبِرْنِي بِعَمَلٍ يُدْخِلُنِي الْجَنَّةَ وَيُبَاعِدُنِي عَنِ النَّارِ، قَالَ: لَقَدْ سَأَلْتَ عَنْ عَظِيمٍ، وَإِنَّهُ لَيْسِيرٌ عَلَى مَنْ يَسْرَهُ اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ: تَعْبُدُ اللَّهَ وَلَا تُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا، وَتُقِيمُ الصَّلَاةَ، وَتُؤْتِي الزَّكَاةَ، وَتَصُومُ رَمَضَانَ وَتَحُجُّ الْبَيْتَ ثُمَّ قَالَ: «أَلَا أَدُلُّكَ عَلَىٰ أَبْوَابِ الْخَيْرِ؟ الصَّوْمُ جَنَّةٌ، وَالصَّدَقَةُ تُطْفِئُ الْخَطِيئَةَ كَمَا يُطْفِئُ الْمَاءُ النَّارَ، وَصَلَاةُ الرَّجُلِ فِي جَوْفِ اللَّيْلِ، قَالَ: ثُمَّ تَلَا: (تَتَجَافَى

جُنُوبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ) حَتَّىٰ بَلَغَ (يَعْمَلُونَ) ثُمَّ قَالَ: «أَلَا أُخْبِرُكَ بِرَأْسِ الْأَمْرِ وَعَمُودِهِ وَذُرُورَةِ سَنَامِهِ؟ قُلْتُ: بَلَىٰ يَا رَسُولَ اللَّهِ، قَالَ: رَأْسُ الْأَمْرِ الْإِسْلَامُ، وَعَمُودُهُ الصَّلَاةُ، وَذُرُورَةُ سَنَامِهِ الْجِهَادُ ثُمَّ قَالَ: «أَلَا أُخْبِرُكَ بِمِلَاكِ ذَلِكَ كُلِّهِ؟ فَقُلْتُ: بَلَىٰ يَا رَسُولَ اللَّهِ؛ قَالَ: فَآخِذْ بِلِسَانِهِ وَقَالَ: كُفَّ عَلَيْكَ هَذَا قُلْتُ: يَا نَبِيَّ اللَّهِ؛ وَإِنَّا لَمُؤَاخِذُونَ بِمَا نَتَكَلَّمُ بِهِ؟ فَقَالَ: ثَكَلْتُكَ أُمَّكَ، وَهَلْ يَكْبُ النَّاسُ فِي النَّارِ عَلَىٰ وُجُوهِهِمْ - أَوْ قَالَ: عَلَىٰ مَنَاخِرِهِمْ - إِلَّا حَصَائِدُ السِّنْتِهِمْ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ .

حدیث نمبر ۳۰/۵: حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے سوال کیا کہ اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم مجھے کوئی ایسا عمل بتائیے جو مجھے جنت میں داخل کر دے اور دوزخ سے دور کر دے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا۔ تم نے بڑا عظیم سوال کیا ہے مگر یہ کام آسان ہے اللہ کے اس بندے کے لیے جس کے لیے اللہ آسانی پیدا فرمادے۔ تم اللہ کی عبادت کرو، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو، نماز قائم کرو، زکوٰۃ ادا کرتے رہو، رمضان کے روزے رکھو، بیت اللہ کا حج کرو، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا میں تمہیں خیر اور بھلائی کے کاموں کے دروازوں کی طرف رہنمائی نہ کروں؟ روزہ ڈھال ہے، صدقہ گناہوں کو اس طرح مٹا دیتا ہے جس طرح پانی آگ کو بجھا دیتا ہے اور انسان کا آدھی رات میں تہجد پڑھنا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی تلاوت فرمائی ”ان کے پہلو بستروں سے الگ ہوتے ہیں اپنے رب کو خوف و طمع سے پکارتے ہیں اور ہم نے جو کچھ عطا کیا ہے اس سے اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں کوئی نفس نہیں جانتا کہ اللہ نے اس کی آنکھوں کی ٹھنڈک کس کام میں رکھی ہے۔ یہ بدلہ ہے اس کے اس عمل کا جو وہ کرتے تھے ” (سورہ سجدہ ۱۶-۱۷) پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا میں تمہیں اسلام کے اصل الوصول، اس

کے ستون اور اس کی سب سے اونچی چیز کا پتہ نہ بتادوں؟ میں نے کہا ہاں اے اللہ کے رسول۔ آپ ﷺ نے فرمایا تمام امور کی اصل اسلام ہے اور اس کا عمود نماز ہے اور اس کا کوہان جہاد ہے، پھر فرمایا کیا میں تمہیں ان تمام امور کی جڑ نہ بتادوں میں نے کہا ہاں اللہ کے رسول تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبان کو پکڑا اور یہ فرمایا کہ اپنی زبان پر قابو رکھو۔ میں نے کہا اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کیا ہمارا ان ساری باتوں کا مواخذہ ہوگا جو ہم اپنی زبان سے بولتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تیری ماں تجھے کھوئے اے معاذ! انسان آگ میں اپنے چہروں کے بل ڈالے جائیں گے یا یہ ارشاد فرمایا کہ اپنے نھنوں کے بل آگ میں ڈالے جائیں گے اپنی زبان کی کمائی کے بدولت (اس حدیث کو امام ترمذی نے روایت کیا ہے اور اسے حدیث حسن صحیح کہا ہے)

تشریح: یہ ایک جامع حدیث ہے جس کا مستفاد یہ ہے کہ ہمیں اس عمل کا حریص ہمیشہ رہنا چاہیے جو جنت میں داخل کرنے کا ذریعہ بنے دوسرا یہ ہے کہ توحید خالص کا اقرار، نماز کا قیام، زکوٰۃ کی ادائیگی، صیام رمضان اور بیت اللہ کا حج اسلام کے بنیادی اعمال ہیں اور روزہ شیطانی اور نفسانی حملوں سے بچاتا ہے صدقہ دیتے رہنے سے چھوٹے گناہ معاف ہوتے رہتے ہیں قیام اللیل انسان کو اللہ کے نزدیک اونچا مقام عطا کرتا ہے، جہاد اسلام کا سب سے اونچا مقام ہے۔ کیونکہ جہاد ہی سے اسلام اور مسلمانوں کی حفاظت ہوتی ہے اور طاغوتی طاقتوں کی سرکوبی ہوتی ہے زبان کا غلط استعمال انسان کے دوزخ میں جانے کا باعث بنتا ہے۔ یہ وہ بنیادی امور ہیں جن کا لحاظ ہر مسلمان کو کرنا چاہیے۔ یہ اسلامی اخلاق و کردار کی باتیں ہیں جن سے اپنے آپ کو مزین کرنا چاہیے۔

۳۱/۶ - عَنْ أَبِي ثَعْلَبَةَ الْحُسَيْنِيِّ - جُرْثُومِ بْنِ نَاشِرٍ - رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ قَالَ:

إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى فَارَضَ فَرَائِضَ فَلَا تُضَيِّعُوهَا، وَحَدَّ حُدُودًا فَلَا تَعْتَدُوهَا، وَحَرَّمَ أَشْيَاءَ فَلَا

تَنْتَهَكُوهَا ، وَسَكَتَ عَنْ أَشْيَاءَ رَحْمَةً لَّكُمْ غَيْرَ نِسْيَانٍ فَلَا تَبْحَثُوا عَنْهَا. هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ رَوَاهُ الدَّارِ قُطْنِيُّ وَغَيْرُهُ

حدیث نمبر ۳۱/۶: حضرت ابو ثعلبہ الخشنی جرثوم بن ناشر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے کچھ فرائض مقرر کیے ہیں جنہیں ضائع نہ کرو اور کچھ حد بندی قائم کی ہے جسے پار نہ کرو، کچھ چیزوں کو حرام ٹھہرایا ہے تو ان کی حرمتوں کو پامال نہ کرو اور اللہ نے بغیر بھول کے کچھ چیزوں سے سکوت اختیار کیا ہے جو تیرے لیے باعث رحمت ہیں تو اس کی جستجو میں نہ پڑو۔ (اس حدیث کو دار قطنی نے روایت کیا اور اسے حسن کہا ہے)

تشریح: اس حدیث پاک کا مستفاد یہ ہے کہ فرائض کی ادائیگی اور حدود اللہ کی پاسداری اور حرام ٹھہرائی ہوئی چیزوں کی حرمت کا خیال کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے اور جن چیزوں کے بارے میں شریعت خاموش ہے ان کے بارے میں بحث و مباحثہ اور تجسس غیر مناسب ہے۔ یہ ہمارے لیے باعث رحمت ہے ان کے کرنے یا نہ کرنے پر ہم سے کوئی مواخذہ نہ ہوگا۔

۳۲/۷ عَنْ أَبِي الْعَبَّاسِ سَهْلِ بْنِ سَعْدِ السَّاعِدِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ؛ ذَلَّنِي عَلَى عَمَلٍ إِذَا عَمَلْتُهُ أَحَبَّنِي اللَّهُ وَأَحَبَّنِي النَّاسُ، فَقَالَ: أَزْهَدُ فِي الدُّنْيَا يُحِبُّكَ اللَّهُ، وَأَزْهَدُ فِيمَا عِنْدَ النَّاسِ يُحِبُّكَ النَّاسُ (حَدِيثٌ حَسَنٌ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَهَ وَغَيْرُهُ بِأَسَانِيدٍ حَسَنَةٍ)

حدیث نمبر ۳۲/۷: حضرت ابو العباس سہل ابن سعد الساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ مجھے کوئی ایسا عمل بتائیے کہ جب میں اسے کر لوں تو اللہ کا محبوب اور انسانوں کا چہیتا بن جاؤں تو آپ صلی

اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا کہ دنیا سے بے رغبتی اختیار کرو، اللہ تجھے محبوب بنالے گا اور لوگوں کے پاس جو کچھ ہے (یعنی مال و دولت جاہ و حشمت) اس سے بے نیازی اختیار کرو تو لوگ تمہیں اپنا محبوب بنا لیں گے۔ (اس حدیث کو ابن ماجہ نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔)

تشریح: اس حدیث سے دو باتیں معلوم ہوتی ہیں ایک یہ کہ دل کو دنیا کی محبت سے خالی کرنا اور اسے اصل مقصد نہ بنانا اور دوسری یہ کہ ہمیں ایسا قانع ہونا چاہیے کہ دنیاوی امور میں ہم لوگوں کے جاہ و مال کو رشک اور حسرت کی نگاہ سے نہ دیکھیں اور حسد و لالچ سے دور رہیں۔ اگر یہ دونوں صفت ہمارے اندر پیدا ہو جائے گی تو ہم اللہ کے محبوب بندوں میں شامل ہو جائیں گے اور عوام الناس کی نظر میں محبوبیت حاصل کر لیں گے۔

۳۳/۸. عَنْ أَبِي سَعِيدٍ سَعْدِ بْنِ مَالِكِ بْنِ سِنَانَ الْخُدْرِيِّ - رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ - أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: «لَا ضَرَرَ وَلَا ضِرَارَ (حَدِيثٌ حَسَنٌ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَالِدَّارَ قُطْنِيٌّ وَغَيْرُهُمَا مُسْنَدًا، وَرَوَاهُ مَالِكٌ فِي الْمُوطَأَ مُرْسَلًا عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيَى عَنْ أَبِيهِ عَنِ النَّبِيِّ، فَأَسْقَطَ أَبُو سَعِيدٍ، وَلَهُ طَرُقٌ يُقْوَى بَعْضُهَا بَعْضًا)

حدیث نمبر ۳۳/۸: حضرت ابو سعید بن مالک بن سنان الخدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہ تو خود نقصان اٹھاؤ اور نہ کسی دوسرے کو نقصان پہنچاؤ۔ (یہ حدیث حسن ہے جسے ابن ماجہ دار قطنی اور بعض دیگر محدثین نے نقل کیا ہے۔)

تشریح: اس حدیث کا استفادہ یہ ہے کہ ایک مسلمان ایسا کام نہ کرے جس سے خود اس کی ذات کو نقصان پہنچے یا کسی دوسرے کو نقصان پہنچے۔ جب کوئی شخص کسی کو نقصان پہنچانے کے درپے ہو جاتا ہے تو وہ بھی اس کو نقصان پہنچانے کی فکر میں مبتلا ہو جاتا ہے تو گویا کسی دوسرے کو نقصان

پہنچانے کی کوشش خود اپنے کو نقصان پہنچانا ہے۔ اس کا دوسرا مفہوم یہ بھی ہے کہ خود وہ شخص نہ کسی پر ظلم کرے اور نہ دوسرے کا ظلم برداشت کرے۔

۳۴/۹. عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: «لَوْ يُعْطَى النَّاسُ بِدَعْوَاهُمْ ، لَادَّعَى رِجَالٌ أَمْوَالَ قَوْمٍ وَدِمَاءَهُمْ ، لَكِنَّ الْبَيِّنَةَ عَلَى الْمُدَّعِيِ وَالْيَمِينَ عَلَى مَنْ أَنْكَرَ حَدِيثٌ حَسَنٌ رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ وَغَيْرُهُ هَكَذَا ، وَبَعْضُهُ فِي الصَّحِيحَيْنِ

حدیث نمبر ۳۴/۹: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر انسان کو محض دعویٰ کرنے سے چیزیں دے دی جائیں تو بہت سے لوگ دوسرے لوگوں کے مال اور ان کے خون کا دعویٰ کر دیں گے۔ لیکن اصل یہ ہے کہ مدعی پر ثبوت لازم ہے اور جو دعویٰ کا انکار کرے اس پر قسم ہے۔ (اس حدیث کو بیہقی وغیرہ نے بیان کیا ہے اور اسے حدیث حسن کہا ہے یہ حدیث صحیحین میں بھی وارد ہوئی ہے)

تشریح: اس حدیث کا مستفاد یہ ہے کہ حقوق اور دیوانی امور میں مدعی پر واجب ہے کہ وہ کسی کے خلاف جو دعویٰ دائر کر رہا ہے اس کے ثبوت میں دلائل اور گواہان پیش کرے۔ اگر دلائل و براہین اور گواہان پیش نہ کر سکے تو اس کا دعویٰ باطل ہو جائے گا۔ جس شخص پر دعویٰ کیا جا رہا ہے اور وہ ان تمام دعویوں کا انکار کر رہا ہے جو دعویٰ کرنے والے نے کیا ہے تو اس کے لیے قسم کھانا ہے۔ مدعی اگر ثبوت پیش کر دے تو اس کا دعویٰ صحیح ثابت ہو جائے گا، اگر ثبوت پیش نہ کر سکے اور مدعی علیہ قسم کھا کر اس کے دعویٰ کا انکار کرے تو مدعی علیہ کے حق میں فیصلہ کیا جائے گا۔

۳۵/۱۰- عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ يَقُولُ: مَنْ رَأَى مِنْكُمْ مُنْكَرًا فَلْيُعَيِّرْهُ بِيَدِهِ، فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهِ، فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهِ، وَذَلِكَ

أَضْعَفُ الْإِيمَانِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حدیث نمبر ۳۵/۱۰: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ”تم میں سے جو شخص کسی منکر اور غلط کام کو ہوتے دیکھے تو اسے چاہیے کہ اپنے ہاتھ سے اس کام کو روک دے۔ اگر ہاتھ سے روکنے کی طاقت نہ ہو تو اپنی زبان کو استعمال کر کے غلط کاموں سے روکے اور اگر اس کی بھی استطاعت نہ ہو تو اپنے دل میں اسے برا سمجھے اور یہ ایمان کا سب سے کمزور درجہ ہے۔ (رواہ مسلم)

تشریح: اس حدیث کا مستفاد یہ ہے کہ معاشرے میں جو بھی غلط کام اور غیر شرعی امور انجام دیے جا رہے ہوں انہیں طاقت کا استعمال کر کے روک دینا چاہیے اس کے لیے مسلمانوں کی اجتماعیت کو اپنے اندر اجتماعی احساس اور اجتماعی قوت پیدا کرنی ہوگی۔ یہ ایمان کا سب سے اونچا درجہ ہے لیکن اگر ہاتھ اور طاقت کا استعمال ممکن نہ ہو تو اپنی زبان ان غیر شرعی اعمال کے خلاف استعمال کرنی چاہیے، اپنی تقریر و تحریر اور وعظ و نصیحت کے ذریعے لوگوں کو غلط روی سے روکنا چاہیے۔ اگر کسی معاشرے میں زبان بھی استعمال کرنے کی طاقت نہ ہو تو اپنے دل میں اس عمل کو برا سمجھنا چاہیے اور اپنے دل میں اس برائی کو مٹانے کی تدابیر سوچنا چاہیے۔ برائی کو برداشت کرنا یہ اہل ایمان کا شیوہ نہیں ہے۔ معروف کا حکم دینا اور برائیوں سے لوگوں کو روکنا مسلمانوں کا بنیادی فریضہ ہے اور اس سے پہلو تہی کرنا اسلام اور مسلمان دونوں کو نقصان پہنچانے کے مترادف ہے۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی ذمہ داری ادا کرنا مسلم سوسائٹی پر فرض ہے۔ بعض لوگ اسے فرض کفایہ اور بعض لوگ اسے فرض عین کہتے ہیں۔ البتہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں حکمت نرمی اور اونچے اخلاق کو پیش کرنا ضروری ہے۔

۳۶/۱۱- عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ ، قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : «لَا تَحَاسَدُوا، وَلَا تَنَاجَشُوا، وَلَا تَبَاغَضُوا، وَلَا تَدَابَرُوا، وَلَا يَبِعْ بَعْضُكُمْ عَلَى بَعْضٍ، وَكُونُوا عِبَادَ اللَّهِ إِخْوَانًا. الْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ ، لَا يَظْلِمُهُ ، وَلَا يَخْذُلُهُ ، وَلَا يَكْذِبُهُ وَلَا يَحْقِرُهُ التَّقْوَى هَهُنَا، وَيُشِيرُ إِلَى صَدْرِهِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ بِحَسَبِ امْرِيءٍ مِنَ الشَّرِّ أَنْ يَحْقِرَ أَخَاهُ الْمُسْلِمَ . كُلُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ حَرَامٌ : دَمُهُ وَمَالُهُ وَعِرْضُهُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حدیث نمبر ۳۶/۱۱: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ”تم لوگ آپس میں ایک دوسرے سے حسد نہ کرو نہ قیمتوں پر قیمت بڑھاؤ، نہ آپس میں بغض رکھو اور نہ ایک دوسرے کو بے یار و مددگار چھوڑو اور تم میں کا بعض بعض کے سودہ پر سودہ نہ کرے اور اللہ کے بندے اور بھائی بھائی ہو جاؤ، مسلمان مسلمان کا بھائی ہوتا ہے وہ اس پر نہ ظلم کرتا ہے اور نہ اسے رسوا کرتا ہے نہ اس سے جھوٹ بولتا ہے نہ اسے حقیر یا کمتر سمجھتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سینہ مبارک کی طرف اپنی انگلی مبارک سے اشارہ کرتے ہوئے تین بار یہ فرمایا ”تقویٰ یہاں ہے، تقویٰ یہاں ہے، تقویٰ یہاں ہے، پھر آپ ﷺ نے فرمایا کسی آدمی کے برا ہونے کے لیے یہ بات کافی ہے کہ وہ اپنے مسلم بھائی کو حقیر اور کمتر جانے۔ ہر مسلمان کا خون، اس کا مال اور اس کی عزت و آبرو دوسرے مسلمان بھائی کے لیے حرام ہے۔ (رواہ مسلم)

تشریح: یہ حدیث حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے جوامع الکلم میں سے ہے جس میں مختصر جملوں میں بڑی بڑی باتیں کہہ دی گئی ہیں۔ اس حدیث پاک میں انسانوں کی بنیادی کمزوریوں کو اجاگر کیا گیا ہے، جو کمزوریاں کسی معاشرے کو تباہ کر دیتی ہیں۔ آپسی حسد، بغض و عداوت بے رحمی ظلم و عدوان اپنے بھائی کو کم تر سمجھنا یہ ایسے مہلک امراض ہیں جو کسی بھی معاشرے کے لیے سم قاتل کی حیثیت

رکھتے ہیں۔ کسی بہترین مسلم معاشرہ کے لیے یہ اخلاقی کمزوریاں حد درجہ نقصان دہ ہیں۔ آپ نے بڑی تاکید کے ساتھ فرمایا کہ اپنے دل میں اللہ کا خوف پیدا کرو اپنے بھائی کو حقیر نہ جانو اپنے بھائی کے مال و اسباب اور اس کی جان و مال عزت و آبرو کی پاسبانی کرو نہ یہ کہ تم خود ان کے دشمن بن جاؤ۔

۳۷/۱۲ - عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «مَنْ نَقَسَ عَنْ مُؤْمِنٍ كُرْبَةً مِنْ كُرْبِ الدُّنْيَا نَقَسَ اللَّهُ عَنْهُ كُرْبَةً مِنْ كُرْبِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ. وَمَنْ يَسَّرَ عَلَى مُعْسِرٍ يَسِّرَ اللَّهُ عَلَيْهِ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ. وَمَنْ سَتَرَ مُسْلِمًا سَتَرَهُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَاللَّهُ فِي عَوْنِ الْعَبْدِ مَا كَانَ الْعَبْدُ فِي عَوْنِ أَخِيهِ . وَمَنْ سَلَكَ طَرِيقًا يَلْتَمِسُ فِيهِ عِلْمًا سَهَّلَ اللَّهُ لَهُ بِهِ طَرِيقًا إِلَى الْجَنَّةِ . وَمَا اجْتَمَعَ قَوْمٌ فِي بَيْتٍ مِنْ بُيُوتِ اللَّهِ يَتْلُونَ كِتَابَ اللَّهِ ، وَيَتَدَارَسُونَهُ بَيْنَهُمْ ، إِلَّا نَزَلَتْ عَلَيْهِمُ السَّكِينَةُ ، وَغَشِيَتْهُمُ الرَّحْمَةُ ، وَحَقَّتْ لَهُمُ الْمَلَائِكَةُ ، وَذَكَرَهُمُ اللَّهُ فِيمَنْ عِنْدَهُ ، وَمَنْ بَطَأَ بِهِ عَمَلُهُ لَمْ يُسْرِعْ بِهِ نَسَبُهُ . رَوَاهُ مُسْلِمٌ بِهَذَا اللَّفْظِ .

حدیث نمبر ۳۷/۱۲ : حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے کسی مومن سے دنیا کی تکالیف میں سے کسی تکلیف کو دور کر دیا تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی تکالیف میں سے کسی تکلیف کو اس سے دور کر دے گا اور جس نے کسی تنگ دست کے لیے آسانی پیدا کیا تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے دنیا اور آخرت میں آسانی پیدا فرمائے گا اور جس نے کسی مسلمان کے کسی عیب کو چھپا دیا تو اللہ تعالیٰ اس دنیا اور آخرت میں اس کے عیب کو چھپا دے گا اور جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد میں لگا رہتا ہے تو اللہ بھی اس بندے کی مدد میں لگا رہتا ہے اور جو علم حاصل کرنے کے لیے کوئی راستہ طے کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ اس کے لیے جنت کے راستے کو آسان کر دیتا ہے اور جب کچھ لوگ اللہ کے گھروں میں سے کسی گھر میں جمع ہو کر اللہ کی کتاب کی تلاوت کرتے ہیں اور اس کو ایک دوسرے سے سمجھنے اور سمجھانے کا عمل کرتے ہیں تو ان پر سکینت نازل ہوتی ہے اور اللہ کی رحمت ان کو ڈھانپ لیتی

ہے اور فرشتے انہیں اپنے گھیرے میں لے لیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان لوگوں کا ذکر ان کے سامنے کرتا ہے جو ان کے پاس ہیں اور جو عمل میں کوتاہ ہو تو اس کا حسب و نسب اس کے لیے بھلائی کے حصول میں تیزگامی نہیں دکھا سکتا۔ (رواہ مسلم)

تشریح: اس حدیث کا مستفاد یہ ہے کہ ہر مسلمان کو اپنے دیگر مسلمان بھائیوں کی مصیبت اور پریشانی میں کام آنا چاہیے۔ اگر کسی مسلمان کے اوپر سختی کے ایام گزر رہے ہیں تو ان کے لیے نرم حالات پیدا کرنے کی کوشش کرنی چاہیے، اپنے بھائی کی عیب پوشی اور ہر ممکن تعاون کرنا چاہیے علم کا حصول اور قرآن مجید کا مطالعہ، اس کو سمجھنا اور سمجھانا مسلمانوں کی زندگی کا بنیادی فریضہ ہونا چاہیے۔ یاد رہے کہ ہمارا حسب و نسب کوئی کام نہ آئے گا اگر ہم عمل میں کوتاہ ہوں۔

۳۸/۱۳- عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فِيمَا يَرْوِيهِ عَنْ رَبِّهِ تَبَارَكَ وَتَعَالَى قَالَ: «إِنَّ اللَّهَ كَتَبَ الْحَسَنَاتِ وَالسَّيِّئَاتِ، ثُمَّ بَيَّنَّ ذَلِكَ: فَمَنْ هَمَّ بِحَسَنَةٍ فَلَمْ يَعْمَلْهَا كَتَبَهَا اللَّهُ عِنْدَهُ حَسَنَةً كَامِلَةً، وَإِنْ هَمَّ بِهَا فَعَمَلَهَا كَتَبَهَا اللَّهُ عِنْدَهُ عَشْرَ حَسَنَاتٍ إِلَى سَبْعِمِائَةٍ ضِعْفٍ إِلَى أضعافٍ كَثِيرَةٍ، وَإِنْ هَمَّ بِسَيِّئَةٍ فَلَمْ يَعْمَلْهَا كَتَبَهَا اللَّهُ عِنْدَهُ حَسَنَةً كَامِلَةً، وَإِنْ هَمَّ بِهَا فَعَمَلَهَا كَتَبَهَا اللَّهُ سَيِّئَةً وَاحِدَةً. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَمُسْلِمٌ فِي صَحِيحَيْهِمَا بِهذه الحُرُوفِ

حدیث نمبر ۳۸/۱۳: حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنے رب سے روایت فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے نیکیوں اور برائیوں کو لکھا پھر اس کی توضیح فرمائی کہ جس نے کسی نیک کام کے کرنے کا ارادہ کیا لیکن وہ کسی وجہ سے وہ عمل نہ کر سکا تو اللہ تعالیٰ اپنے پاس اس کی نیت کی وجہ سے ایک مکمل نیکی لکھ دیتا ہے اور اگر اس شخص نے نیکی کا ارادہ کیا اور

اسے کر گزرا تو اللہ تعالیٰ اپنے نزدیک اس کے بدلے میں دس سے لے کر سات سو گنا تک یا اس سے بھی کئی گنا زیادہ لکھ دیتا ہے اور اگر اس نے کسی برائی کا ارادہ کیا لیکن اس نے اس پر عمل نہیں کیا تو اللہ تعالیٰ اس کے بدلے ایک کامل نیکی لکھ دیتا ہے اور اگر اس نے اس برے کام کا ارادہ بھی کیا اور اس پر عمل بھی کیا تو اللہ اس کے بدلے میں صرف ایک بدی لکھتا ہے۔“ (متفق علیہ)

تشریح: اس حدیث میں یہ بات بتائی گئی ہے کہ اللہ جل شانہ اپنے بندوں پر حد درجہ مہربان ہے اس کا بندہ نیک کام کرنے کا ارادہ کرے اور اگر وہ کسی مجبوری میں نہ کر پائے تب بھی صرف اس کی خالص نیت کی وجہ سے اس کا ثواب دیتا ہے اور اسے کر لے تو اس کی ایک نیکی کی قدر اللہ اس طرح کرتا ہے کہ کئی گنا اس کا ثواب بڑھا کر دیتا ہے۔ لیکن اگر وہ بدی کا ارادہ کرتا ہے تو بدی کا ارادہ کرنے سے گناہ نہیں لکھتا بلکہ بدی کے ارادہ کرنے کے باوجود بدی نہ کرنے پر ثواب دیتا ہے اور بدی کرنے پر صرف ایک گناہ لکھتا ہے۔ اللہ اپنے بندوں پر مہربان ہے وہ رحمن اور رحیم ہے اس لیے انسانوں کا کام یہ ہے کہ اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے اپنا سب کچھ قربان کر دے۔

۳۹/۱۴ - عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى قَالَ : مَنْ عَادَى لِي وَلِيًّا فَقَدْ آذَنْتُهُ بِالْحَرْبِ ، وَمَا تَقَرَّبَ إِلَيَّ عَبْدِي بِشَيْءٍ أَحَبَّ إِلَيَّ مِمَّا افْتَرَضْتُهُ عَلَيْهِ ، وَلَا يَزَالُ عَبْدِي يَتَقَرَّبُ إِلَيَّ بِالنَّوَافِلِ حَتَّى أُحِبَّهُ ، فَإِذَا أَحْبَبْتُهُ كُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِي يَسْمَعُ بِهِ ، وَبَصَرَهُ الَّذِي يُبْصِرُ بِهِ ، وَيَدَهُ الَّتِي يَبْطِئُ بِهَا ، وَرِجْلَهُ الَّتِي يَمْشِي بِهَا ، وَلَئِنْ سَأَلَنِي لِأَعْطَيْتُهُ ، وَلَئِنْ اسْتَعَاذَنِي لِأُعِيدَنَّهُ . رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ .

حدیث نمبر ۳۹/۱۴ : حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے کہ جس نے میرے کسی ولی کے ساتھ دشمنی کی تو

میں نے اس کے ساتھ جنگ کا اعلان کر دیا اور میرا بندہ میری قربت حاصل کرنے کے لیے جس عمل کو انجام دیتا ہے ان میں سب سے بہتر وہ عمل ہے جس کو میں نے فرض کیا ہے اور میرا بندہ نوافل کے ذریعے میرا قرب حاصل کرتا ہے یہاں تک کہ میں اس کو اپنا محبوب بندہ بنا لیتا ہوں اور جب میں اسے اپنا محبوب بندہ بنا لیتا ہوں تو میں اس کا وہ کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور وہ آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے میں اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور اس کا وہ پیر بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے اور اگر وہ مجھ سے کچھ طلب کرے تو میں اسے ضرور عطا کروں گا اور اگر وہ مجھ سے پناہ طلب کرے تو میں اسے ضرور پناہ دوں گا۔ (رواہ البخاری)

تشریح: یہ حدیث بھی حدیث قدسی ہے جس میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے محبوب بندوں سے کسی کے دشمنی رکھنے کے برے نتائج سے آگاہ کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس شخص کے ساتھ حالت جنگ میں ہو جاتا ہے جو اللہ کے کسی محبوب بندہ کے ساتھ دشمنی اختیار کرتا ہے۔ اللہ کا قرب حاصل کرنے کے لیے فرائض و نوافل دونوں کی اہمیت ہے۔ جب بندہ فرائض اور نوافل کے ذریعے اللہ کا قرب حاصل کر لیتا ہے تو اس کا کان کوئی غلط اور فحش بات نہیں سنتا، اس کی آنکھ غلط اور حرام چیزیں نہیں دیکھتی اس کا ہاتھ کسی ناجائز اور حرام کام کے لیے نہیں اٹھتا اس کا پیر کسی غلط کام کے لیے حرکت میں نہیں آتا۔ وہ اپنی حاجت صرف اللہ کے سامنے رکھتا ہے، کسی اور کے آگے ہاتھ نہیں پھیلاتا، اللہ کے سوا کسی سے مدد نہیں مانگتا۔ کیونکہ اسے یقین ہے کہ اللہ کے علاوہ کوئی دینے والا، مدد کرنے والا، بگڑی بنانے والا اور عطا کرنے والا نہیں ہے۔ وہ اللہ کا ہو جاتا ہے تو اللہ بھی اس کا ہو جاتا۔

۴۰/۱۵ - عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا : أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ : إِنَّ اللَّهَ تَجَاوَزَ لِي عَنْ أُمَّتِي الْخَطَأَ . وَاللَّسِّيَانَ ، وَمَا اسْتَكْرَهُوا عَلَيْهِ . (هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ زَوَّاهُ ابْنُ مَاجَهُ

وَالْبَيْهَقِي وَغَيْرُهُمَا.

حدیث نمبر ۴۰/۱۵: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”بے شک اللہ تعالیٰ نے میری خاطر میری امت سے بھول چوک میں ہونے والی خطاؤں کو معاف کر دیا ہے اور اللہ ان خطاؤں کو بھی معاف کر دیا ہے جن کے کرنے پر اسے مجبور کر دیا گیا ہو۔“ (یہ حدیث حسن ہے جسے ابن ماجہ اور بیہقی اور دیگر محدثین کرام نے روایت کیا ہے)

تشریح: اس حدیث کا مستفاد یہ ہے کہ بھول چوک سے ہونے والے گناہ کو اللہ تعالیٰ معاف فرمادیتا ہے اور اس گناہ کو بھی معاف فرمادیتا ہے جسے بجز واکراہ کرایا گیا ہو۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ایسا اپنے پیارے نبی جناب حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکریم کی خاطر کیا ہے۔

مشق

(الف) جواب دیجیے:

- ۱۔ ہمارے جسم کے ہر عضو پر ہر روز صدقہ واجب ہوتا ہے ہم اسے کیسے ادا کر سکتے ہیں؟
- ۲۔ نیک کام اور بد کام کو جانچنے کا معیار کیا ہے؟
- ۳۔ دین میں نئی چیزیں ایجاد کرنے سے منع فرمایا گیا ہے اس کا آپ کیا مطلب سمجھتے ہیں؟
- ۴۔ جنت میں لے جانے والے اور دوزخ سے دور کرنے والے اعمال کون کون سے ہیں؟
- ۵۔ ایمان کی مٹھاس کن باتوں پر عمل کرنے سے ملتی ہے؟
- ۶۔ پہلی حدیث میں صدقہ کی کون سی صورت بیان کی گئی ہے؟

- ۷۔ اس سبق کی دوسری حدیث میں نیکی کا سب سے اعلیٰ معیار کس کو بتایا گیا ہے؟
- ۸۔ اختلافات و انتشار کے زمانے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا کرنے کا حکم دیا؟
- ۹۔ جب حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے جنت میں جانے اور جہنم سے بچنے والے عمل کا سوال کیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا جواب دیا؟
- ۱۰۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کردہ حدیث میں ایمان کا سب سے کمزور درجہ کس کس کو کہا گیا ہے؟
- ۱۱۔ ہر مسلمان کی دوسرے مسلمان پر کیا چیزیں حرام ہیں؟
- ۱۲۔ اللہ سے قرب کے لیے سب سے بہتر عمل کون سا ہے؟
- ۱۳۔ ایمان کا دار و مدار نیتوں پر ہے کا کیا مطلب ہے؟
- ۱۴۔ حدیث ازہد فی الدنیا... میں دنیا سے بے رغبتی کا مطلب کیا ہے؟
- ۱۵۔ لا تحاسدوا اولی حدیث میں مسلمانوں کے درمیان کون سی خرابیاں ختم کرنے کی تعلیم دی گئی ہے؟
- ۱۶۔ زبان کے غلط استعمال سے انسان کو کون سا بڑا نقصان پہنچ سکتا ہے؟
- ۱۷۔ مدعی اور مدعی علیہ میں فرق واضح کیجئے۔
- (ب) خالی جگہوں کو مناسب الفاظ سے پر کیجئے۔
- ۱۔ ہر آدمی پر اس کے بدن کے ہر پور پر ایک صدقہ ----- ہوتا ہے۔
- ۲۔ اچھا اخلاق کا مظاہرہ کرنا ----- ہے۔
- ۳۔ گناہ کا کام یہ ہے کہ اس کام سے نفس میں ایک ----- پیدا ہوتا ہے۔
- ۴۔ ----- اسلام کا سب سے اونچا مقام ہے۔

۵۔ مسلمان مسلمان کا-----ہوتا ہے۔

۶۔ ہمارا حسب و نسب کوئی کام نہ آئے گا اگر ہم-----میں کوتاہ ہے۔

(ج) صحیح جملہ کے سامنے صحیح کا نشان اور غلط کے سامنے غلط کا نشان لگائیے۔

۱۔ اسلام میں صرف مالی مدد کو ہی صدقہ کہا گیا ہے۔ ()

۲۔ اچھے اخلاق کو نیکی کا خلاصہ قرار دیا گیا ہے۔ ()

۳۔ برائی کو صرف دل میں برا سمجھنا ایمان کا اعلیٰ درجہ ہے۔ ()

۴۔ نبی ﷺ نے فرمایا: دنیا سے بے رغبتی اختیار کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا۔ ()

۵۔ کسی پر دعویٰ ثابت کرنے کے لیے مدعی پر دلیل پیش کرنا لازم ہے۔ ()

۶۔ زبان کے غلط استعمال سے انسان جہنم میں جاسکتا ہے۔ ()

۷۔ تقویٰ اختیار کرنا نبی ﷺ کی وصیتوں میں شامل نہیں ہے۔ ()

۸۔ خود کو یا کسی دوسرے کو نقصان پہنچانا منع ہے۔ ()

(د) درج ذیل الفاظ کے معنی لکھیے:

تقویٰ، صدقہ، بر، اثم، زہد، منکر، بدعت، البینہ، اطاعت، اخوت

(ہ) مندرجہ ذیل حدیث کا ترجمہ لکھیے اور اس سے متعلق تین سوالات بنائیے اور ان کے جواب بھی

تحریر کیجیے۔

۳۳/۸ عَنْ أَبِي الْعَبَّاسِ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ

ﷺ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ: دُلَّنِي عَلَى عَمَلٍ إِذَا عَمَلْتُهُ أَحَبَّنِي اللَّهُ وَأَحَبَّنِي النَّاسُ، فَقَالَ:

أَزْهَدْ فِي الدُّنْيَا يُحِبُّكَ اللَّهُ، وَأَزْهَدْ فِيمَا عِنْدَ النَّاسِ يُحِبُّكَ النَّاسُ حَدِيثٌ حَسَنٌ رَوَاهُ ابْنُ

مَاجَهَ وَغَيْرُهُ بِأَسَانِيدٍ حَسَنَةٍ

(و) مندرجہ ذیل حدیث کا ترجمہ اور مختصر تشریح کیجئے۔

۳۵/۱۰ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: «لَوْ يُعْطَى النَّاسُ بِدَعْوَاهُمْ، لَادَّعَى رِجَالٌ أَمْوَالَ قَوْمٍ وَدِمَاءَهُمْ، لَكِنَّ الْبَيِّنَةَ عَلَى الْمُدَّعِيِ وَالْيَمِينُ عَلَى مَنْ أَنْكَرَ حَدِيثَ حَسَنٍ رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ وَغَيْرُهُ هَكَذَا، وَبَعْضُهُ فِي الصَّحِيحَيْنِ .

(ح): عملی سرگرمی / تفکر

- ۱۔ روزمرہ زندگی میں صدقہ کے پانچ غیر مالی طریقے تحریر کیجئے۔
- ۲۔ ایسے تین اعمال لکھیں جو دل میں بے چینی پیدا کرتے ہیں اور جن سے بچنا چاہیے۔
- ۳۔ آپ کی رائے میں "سب سے بڑی نیکی" کیا ہے؟ اپنی دلیل حدیث کی روشنی میں دیجیے۔
- ۴۔ ایک چارٹ بنائیے جس میں "فرائض - حدود - محرمات - مسکوت عنہ" کی تفصیل ہو۔
- ۵۔ ایک پیغام لکھیں جو حدیث لا ضرر ولا ضرار سے معاشرے کے لیے دیا جاسکتا ہے۔

صحیح بخاری کتاب الایمان سے دس منتخب احادیث

حدیث نمبر ۱: عن عمر بن الخطاب رضي الله عنه قال: سمعتُ رسولَ الله صلى الله عليه وسلم يقول: إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ، وَإِنَّمَا لِكُلِّ امْرِئٍ مَا نَوَى، فَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ فَهَجْرَتُهُ إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ، وَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ لِدُنْيَا يُصِيبُهَا أَوْ امْرَأَةٍ يَنْكِحُهَا فَهَجْرَتُهُ إِلَى مَا هَاجَرَ إِلَيْهِ (رواه البخاری والمسلم)

ترجمہ: حضرت عمر ابن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اعمال کا دار و مدار نیتوں پر ہے، ہر شخص کو وہی کچھ ملے گا جس کی اس نے نیت کی ہو، پس جس کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہوئی تو اس کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول ہی کی طرف ہے جس آدمی نے دنیا حاصل کرنے یا کسی عورت سے شادی کرنے کی نیت سے ہجرت کی ہوگی تو اس کی ہجرت اس چیز کی طرف ہوگی جس کی اس نے نیت کی ہوگی۔

حدیث نمبر ۲: عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: بُنِيَ الْإِسْلَامُ عَلَى خَمْسٍ: شَهَادَةِ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ، وَإِقَامِ الصَّلَاةِ، وَإِيتَاءِ الزَّكَاةِ، وَالْحَقِّ، وَصَوْمِ رَمَضَانَ» (رواه البخاری والمسلم)

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے، اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں، نماز قائم کرنا، زکوٰۃ دینا،

حج کرنا، اور رمضان کے روزے رکھنا۔“ (یہ حدیث صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں موجود ہے) حدیث نمبر ۳: عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "الإِيمَانُ بَضْعٌ وَسَبْعُونَ شُعْبَةً، فَأَفْضَلُهَا قَوْلُ: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، وَأَدْنَاهَا إِمَاطَةُ الْأَذَى عَنِ الطَّرِيقِ، وَالْحَيَاءُ شُعْبَةٌ مِنَ الْإِيمَانِ." (رواه البخاري ومسلم)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ایمان کی ستر سے زائد شاخیں ہیں، ان میں سب سے افضل شاخ 'لا إله إلا الله' یعنی اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں کہنا ہے، اور سب سے ادنیٰ شاخ راستے سے کسی تکلیف دہ چیز کو ہٹا دینا ہے اور حیا ایمان کی ایک شاخ ہے۔"

حدیث نمبر ۴: عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "المُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُونَ مِنْ لِسَانِهِ وَيَدِهِ وَالمُهَاجِرُ مَنْ هَجَرَ مَا نَهَى اللَّهُ عَنْهُ." (رواه البخاري ومسلم)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "(حقیقی) مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں اور (حقیقی) مہاجر وہ ہے جو ان چیزوں کو چھوڑ دے جن سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے۔"

حدیث نمبر ۵: عَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ: قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَيُّ الْإِسْلَامِ أَفْضَلُ؟ قَالَ: «مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُونَ مِنْ لِسَانِهِ وَيَدِهِ». (رواه البخاري)

ترجمہ: حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ لوگوں نے عرض کیا: "یا رسول اللہ! کون سا اسلام سب سے افضل ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اس شخص کا اسلام سب سے افضل ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔"

حدیث نمبر ۶: عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ، أَنَّ رَجُلًا سَأَلَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَيُّ الْإِسْلَامِ خَيْرٌ؟ قَالَ: "تَطْعِمُ الطَّعَامَ وَتَقْرَأُ السَّلَامَ عَلَى مَنْ عَرَفْتَ، وَمَنْ لَمْ تَعْرِفْ" (رواه البخاري)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: "اللہ کے رسول! کون سا اسلام سب سے بہتر ہے؟" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "یہ کہ تم کھانا کھلاؤ اور ہر اس شخص کو سلام کرو جسے تم جانتے ہو اور جسے تم نہیں جانتے۔" حدیث نمبر ۷: عَنْ أَنَسِ بْنِ رَضِيٍّ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّى يُحِبَّ لِأَخِيهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهِ." (رواه البخاري)

ترجمہ۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک (کامل) مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ اپنے (مسلمان) بھائی کے لیے وہی چیز پسند نہ کرے جو وہ اپنے لیے پسند کرتا ہے۔"

حدیث نمبر ۸: عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ، لَا يُوءُ مِنْ أَحَدِكُمْ حَتَّى أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَالِدِهِ وَوَلَدِهِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ." (رواه البخاري والمسلم)

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا، جب تک میں اسے اپنے والد، اپنی اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔"

حدیث نمبر ۹: عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «ثَلَاثٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ وَجَدَ بِهِنَّ حَلَاوَةَ الْإِيمَانِ: أَنْ يَكُونَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا، وَأَنْ

يُحِبُّ الْمَرْءَ لَا يُحِبُّهُ إِلَّا لِلَّهِ، وَأَنْ يَكْرَهَ أَنْ يَعُودَ فِي الْكُفْرِ كَمَا يَكْرَهُ أَنْ يُقْذَفَ فِي النَّارِ».

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”تین چیزیں جس شخص میں ہوں گی وہ ایمان کی مٹھاس پائے گا، ایک یہ کہ اللہ اور اس کے رسول اُس کے نزدیک ہر چیز سے زیادہ محبوب ہوں، دوسرا یہ کہ کسی سے صرف اللہ کے لیے محبت کرے، تیسرا یہ کہ کفر کی طرف لوٹنا اُسے ایسے ہی ناگوار ہو جیسے آگ میں پھینکا جانا اُسے ناگوار ہوتا ہے۔“

حدیث نمبر ۱۰: عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الصَّامِتِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: بَايَعَنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَلَى أَنْ لَا نُشْرِكَ بِاللَّهِ شَيْئًا، وَلَا نَسْرِقَ، وَلَا نَزْنِي، وَلَا نَقْتُلَ أَوْلَادَنَا، وَلَا نَأْتِيَ بِبُهْتَانٍ نَفْتَرِيهِ بَيْنَ أَيْدِينَا وَأَرْجُلِنَا، وَلَا نَعْصِيَهُ فِي مَعْرُوفٍ، فَمَنْ وَفَى مِنْكُمْ فَأَجْرُهُ عَلَى اللَّهِ، وَمَنْ أَصَابَ مِنْ ذَلِكَ شَيْئًا، فَعُوقِبَ بِهِ فِي الدُّنْيَا فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَهُ، وَمَنْ أَصَابَ مِنْ ذَلِكَ شَيْئًا، فَاسْتَرَهُ اللَّهُ، فَأَمَرَهُ إِلَى اللَّهِ: إِنْ شَاءَ عَذَّبَهُ، وَإِنْ شَاءَ غَفَرَ لَهُ.

ترجمہ۔ حضرت عباده بن صامت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بات پر بیعت کی کہ: ہم اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کریں گے، چوری نہیں کریں گے، زنا نہیں کریں گے، ہم اپنی اولاد کو قتل نہیں کریں گے ہم کوئی بہتان یعنی جھوٹا الزام نہ باندھیں گے جو ہم اپنے ہاتھوں اور پیروں کے درمیان گڑھ لیں اور معروف (بھلائی) کے کاموں میں نافرمانی نہیں کریں گے۔ پھر فرمایا: تم میں سے جو شخص اس عہد کو پورا کرے گا، اس کا اجر اللہ کے ذمہ ہے اور جو ان (گناہوں) میں سے کسی میں مبتلا ہو جائے پھر دنیا میں ہی اسے سزا مل جائے تو وہ اس کے لیے کفارہ ہے اور جو ان میں سے کسی گناہ میں مبتلا ہو اور اللہ اسے چھپالے، تو اس کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے اگر

چاہے تو معاف کرے اور اگر چاہے تو سزا دے۔“

حدیث نمبر ۱۱: حَدَّثَنَا أَبُو سَعِيدٍ الْخُدْرِيُّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "يَدْخُلُ أَهْلُ الْجَنَّةِ الْجَنَّةَ وَأَهْلُ النَّارِ النَّارَ، ثُمَّ يَقُولُ اللَّهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى: أَخْرَجُوا مَنْ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِّنْ إِيْمَانٍ مِنَ النَّارِ، فَيُخْرَجُونَ وَقَدْ اسْوَدُّوا، فَيُلْقَوْنَ فِي نَهْرٍ فِي أَفْنَاءِ الْجَنَّةِ يُقَالُ لَهُ نَهْرُ الْحَيَاةِ، فَيَنْبُتُونَ كَمَا تَنْبُتُ حَبَّةُ الْمُحْرِمِ".

ترجمہ: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”قیامت کے دن اہل جنت جنت میں داخل ہو جائیں گے اور اہل دوزخ دوزخ میں داخل ہو جائیں گے، پھر اللہ تبارک و تعالیٰ فرمائے گا ان لوگوں کو دوزخ سے نکال لو جن کے دلوں میں رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان تھا۔ پھر وہ لوگ دوزخ سے نکالے جائیں گے، وہ جل کر سیاہ ہو چکے ہوں گے۔ پھر انہیں جنت کے باہر ایک نہر میں ڈالا جائے گا، جس کا نام ’نہر حیات‘ ہے، اور وہ اس میں ڈالے جانے کے بعد دوبارہ اُگنے لگیں گے جیسے محرم کے بیج زمین سے اُگتے ہیں۔“

خلاصہ:

درج بالا احادیث میں ہمارے لیے نہایت ہی اہم ہدایات ہیں جن پر ہمارا دھیان مرکوز ہونا چاہیے۔ ان کے استفادہ کو اختصار کے ساتھ تحریر کیا جا رہا ہے! ایک مسلمان کے لیے سب سے اہم اس کا ایمان ہے۔ ایمان اللہ پر رسولوں پر فرشتوں پر اللہ کی بھیجی ہوئی کتابوں پر اچھی یا بری تقدیر پر اور یوم آخرت پر۔ ایمان کا مفہوم ہے درج بالا امور پر دل سے یقین رکھنا اپنی زبان سے ان کا اظہار کرنا اور ایمان کے تقاضوں کو پورا کرنا۔ عملی طور پر کوتاہی کی شکل میں ہمارا ایمان مشکوک سمجھا جائے گا۔ کیونکہ ایمان ایک دعویٰ ہے جس کا اظہار قول و فعل سے ہوتا ہے اور ہمارا عمل ہمارے دعویٰ

کی تصدیق نہیں کرتا تو ہم عند اللہ جھوٹے ثابت ہو جائیں گے۔ اس لیے ہر ممکن حد تک عمل ضروری ہے۔ البتہ عمل کرتے ہوئے اگر کچھ غلطی ہو جائے تو اللہ سے معافی طلب کر لے اللہ معاف کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔ اللہ کے بارے میں ہمیں یہ عقیدہ رکھنا چاہیے کہ اللہ ایک ہے، اول ہے، آخر ہے، ظاہر ہے، باطن ہے، عرش پر متمکن ہے اور ہماری رگ و جاں سے بھی قریب ہے۔ اس کا علم زمین و آسمان اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب پر محیط ہے، خشکی، تری، جنگل، پہاڑ، صحرا و بیاباں ہر ایک کے ذرہ ذرہ کی خبر رکھتا ہے۔ ہمارے آگے پیچھے، دایاں بایاں جو کچھ ہے وہ سب کی خبر رکھتا ہے۔ وہ ہمارے دلوں کے پوشیدہ رازوں سے بھی واقف ہے۔ وہ ہماری نیتوں اور ارادوں کو بھی جانتا ہے۔ عبادت و بندگی کا تنہا سزاوار ہے۔ وہ معبود برحق ہے، اس کے سوا اور کوئی دوسرا الہ نہیں ہے۔ وہ ساری دنیا اور ساری کائنات کا تنہا پالنا ہار ہے، اس کے اچھے اچھے نام ہیں، اس کی ذات و صفات میں کوئی اور سا جھی نہیں ہے، اس جیسا کوئی نہیں ہے اور نہ اس کی ملکیت اور اختیارات میں کوئی شریک اور سہیم ہے۔ وہ جسے چاہے ہدایت دے جسے چاہے گمراہ کر دے جسے چاہے بخش دے اور جسے چاہے عذاب دے وہ اپنے بندوں پر حد درجہ شفیق و مہربان ہے وہ کسی پر ذرہ برابر بھی ظلم نہیں کرتا ہے عزت و سر بلندی وہی عطا کرتا ہے اور ذلت و رسوائی بھی اسی کی طرف سے ہے۔ اللہ کے ۹۹ ذاتی و صفاتی نام ہیں۔

نیکی کا ہر چھوٹا یا بڑا عمل ہمارے ایمان کی دلیل ہے۔ حتیٰ کہ کسی کو سلام کرنا، راستے سے تکلیف دہ چیزوں کو ہٹا دینا، شرم و حیاء اختیار کرنا، کسی کی معمولی مدد بھی کرنا، کسی سے مسکرا کر بات کر لینا، چھوٹوں کے ساتھ نرمی برتنا، بڑوں کی عزت کرنا، کسی غریب کی مدد کرنا اور کسی کو کھانا کھلانا۔ یہ سب ایمان کی شناختیں ہیں۔ جن پر ہمیں ثواب ملتا ہے۔ ایک مومن اپنے لیے جو پسند کرتا ہے

دوسرے بھائی کے لیے بھی وہی پسند کرتا ہے۔ یہ کام بھی ایمان کی علامت ہے۔ مومن سب سے زیادہ محبت اللہ اور اللہ کے رسول سے کرتا ہے۔ وہ اپنے آپ، اپنے مال اپنی ماں اپنے باپ اپنی بیوی اور اپنے بچوں غرض دنیا کی ہر چیز سے زیادہ محبت، اگر اللہ اور اللہ کے نبی ﷺ سے نہ کرے تو اس کا ایمان مکمل نہیں ہوتا۔ کسی پر جھوٹا الزام لگا دینا بھی ایمان کے منافی ہے۔ اسلام میں ہر چھوٹے بڑے کام کی اہمیت ہے۔ اس لیے ہمیں کسی چھوٹے سے چھوٹے کام کو بھی حقیر نہیں سمجھنا چاہیے۔ عام انسانوں کے ساتھ چاہے وہ مسلم ہو یا غیر مسلم اعلیٰ اخلاق سے پیش آنا چاہیے اور حسب مقدرت سبھوں کی مدد کرنی چاہیے۔ اپنے ساتھیوں کو نیک عمل کی ترغیب دینا اور اسلام کا تعارف عام انسانوں کے سامنے کرانا ہماری بنیادی ذمہ داریوں میں شامل ہے۔

مشق

(الف) جواب دیجیے:

- ۱۔ اسلام میں اعمال کا دار و مدار کس چیز پر ہے؟
- ۲۔ ہجرت جیسے بابرکت عمل کا بھی ثواب انسان کو کب ملتا ہے؟
- ۳۔ اسلام کی بنیاد کتنی چیزوں پر قائم ہے؟ تحریر کیجیے۔
- ۴۔ ایمان کی کتنی شاخیں ہیں؟
- ۵۔ ایمان کی اعلیٰ اور ادنیٰ شاخیں کون سی ہیں؟
- ۶۔ مسلم کو زبان اور ہاتھ کے استعمال کے تعلق سے کیا حکم دیا گیا؟
- ۷۔ کس اسلام کو سب سے افضل کہا گیا؟

- ۸۔ کھانا کھلانے اور سلام کرنے کی اہمیت کو واضح کیجیے۔
 ۹۔ وہ تین چیزیں کیا ہیں جن کی وجہ سے ہمیں ایمان کی مٹھاس ملتی ہے؟
 ۱۰۔ حدیث نمبر ۹ میں جن گناہوں کا تذکرہ کیا گیا ہے ان میں سے چار تحریر کیجیے۔

(ب) درج ذیل الفاظ کے معنی لکھیے۔

نیت، ہجرت، ایمان، شاخ، حیا، مہاجر، معروف، شریک، مغفرت، اخلاص

(ج) خالی جگہوں کو مناسب الفاظ سے پر کیجیے۔

- ۱۔ اعمال کا دار و مدار _____ پر ہے۔
 ۲۔ اسلام کی بنیاد _____ چیزوں پر ہے۔
 ۳۔ ایمان کی سب سے اعلیٰ شاخ _____ کہنا ہے۔
 ۴۔ حقیقی مسلمان وہ ہے جس کی _____ اور _____ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔
 ۵۔ تم میں سے کوئی اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ اپنے بھائی کے لیے وہی چیز پسند نہ کرے جو _____۔
 ۶۔ ایمان کی مٹھاس اُس وقت حاصل ہوتی ہے جب اللہ اور اس کا رسول _____ سے زیادہ محبوب ہوں۔
 ۷۔ اللہ تعالیٰ کے _____ نام ہیں۔
 ۸۔ نیکی کا ہر چھوٹا یا بڑا عمل _____ کی دلیل ہے۔
 ۹۔ مومن سب سے زیادہ محبت _____ اور _____ سے کرتا ہے۔

- ۱۰۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر حد درجہ _____ اور _____ ہے۔
 - (د) درج ذیل جملوں بغور پڑھیں۔ پھر صحیح کے سامنے صحیح اور غلط کے سامنے غلط لکھیے:
 - ۱۔ اسلام کی بنیاد چھ چیزوں پر ہے۔ ()
 - ۲۔ ”ایمان کی ستر سے زائد شاخیں ہیں“ — یہ حدیث حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے۔ ()
 - ۳۔ نیت کا تعلق صرف زبان سے ہے۔ ()
 - ۴۔ حیا ایمان کی ایک شاخ ہے۔ ()
 - ۵۔ حقیقی مسلمان وہ ہے جو دوسروں کے مال پر قبضہ کرے۔ ()
 - ۶۔ ایمان صرف دل سے یقین کا نام ہے، عمل کا اس سے کوئی تعلق نہیں۔ ()
 - ۷۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ ()
 - ۸۔ جو شخص دنیا کے لیے ہجرت کرے اس کی ہجرت اللہ اور رسول کے لیے شمار ہوگی۔ ()
 - ۹۔ ایمان کی مٹھاس تین صفات والے شخص کو ملتی ہے۔ ()
 - ۱۰۔ اللہ تعالیٰ کسی پر ذرہ برابر بھی ظلم نہیں کرتا۔ ()
- (ہ) درج ذیل احادیث کے ترجمے اور مختصر تشریح لکھیے۔

حدیث نمبر ۵: عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ، أَنَّ رَجُلًا سَأَلَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَيُّ الْإِسْلَامِ خَيْرٌ؟ قَالَ: "نُطْعِمُ الطَّعَامَ وَتَقْرَأُ السَّلَامَ عَلَى مَنْ عَرَفْتَ، وَمَنْ لَمْ تَعْرِفْ" حدیث نمبر ۶: عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّى يُحِبَّ لِأَخِيهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهِ." حدیث نمبر ۷: عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ، لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّى أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَالِدِهِ وَوَلَدِهِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ."

حدیث نمبر ۹: عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: بَايَعَنَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ عَلَى أَنْ لَا نُشْرِكَ بِاللَّهِ شَيْئًا، وَلَا نَسْرِقَ، وَلَا نَزْنِيَ، وَلَا نَقْتُلَ أَوْلَادَنَا، وَلَا نَأْتِيَ بِبُهْتَانٍ نَفْتَرِيهِ بَيْنَ أَيْدِينَا وَأَرْجُلِنَا، وَلَا نَعْصِيَهُ فِي مَعْرُوفٍ، فَمَنْ وَفَى مِنْكُمْ فَأَجْرُهُ عَلَى اللَّهِ، وَمَنْ أَصَابَ مِنْ ذَلِكَ شَيْئًا، فَعُوقِبَ بِهِ فِي الدُّنْيَا فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَهُ، وَمَنْ أَصَابَ مِنْ ذَلِكَ شَيْئًا، فَسَتَرَهُ اللَّهُ، فَأَمَرَهُ إِلَى اللَّهِ: إِنْ شَاءَ عَذَّبَهُ، وَإِنْ شَاءَ غَفَرَ لَهُ۔

(و) ذیل کے اقتباس کو پڑھ کر ایمان کے متعلق ایک مختصر پیرا گراف میں خلاصہ تحریر کیجیے:

ایمان دل سے یقین، زبان سے اقرار اور عمل سے تصدیق کا نام ہے۔ نیت، اخلاص، حیا، محبتِ الہی، خیر خواہی اور نیکی کے چھوٹے بڑے سب اعمال ایمان کا حصہ ہیں۔ مومن کا کردار اس کے ایمان کا مظہر ہوتا ہے۔

اصطلاحات حدیث

صحیح احادیث پر اسی طرح عمل کرنا فرض ہے جس طرح قرآن کے احکام پر عمل کرنا فرض ہے۔ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے "اللہ کی اطاعت کرو اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرو" اللہ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت غیر مشروط ہے مگر اولی الامر، والدین، استاد اور مرشد کی اطاعت مشروط ہے۔ یعنی اگر مذکورہ حضرات اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کے مطابق حکم دیتے ہیں تو ان کے حکم پر لازماً عمل کرنا ہوگا اور اگر اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت میں کوئی حکم دیتے ہیں تو ان کی بات نہیں مانی جائے گی۔ احادیث کے ہم تک پہنچنے میں متعدد ذرائع، مختلف طرق روایت اور بہت سے ائمہ حدیث کی کاوشیں شامل ہیں جو حفظ، ثقاہت، ذہانت و فطانت اور احتیاط میں ایک دوسرے سے مختلف رہے ہیں، اس لیے صحیح اور ضعیف احادیث کو پرکھنے اور جانچنے کے لیے علمائے کرام اور محدثین عظام نے کچھ قاعدے مرتب کیے ہیں۔ انہیں قاعدوں کو مصطلح الاحادیث کہا جاتا ہے۔ ان قواعد و ضوابط پر عمل کر کے ہم صحیح احادیث کی پہچان کر سکتے ہیں اور غلط احادیث سے بچ سکتے ہیں۔ درجہ نو کی دینیات کی کتاب میں احادیث کی بعض اصطلاحات کا تذکرہ ہو چکا ہے۔ یہاں چند دیگر اصطلاحات کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔ تاکہ ہم صحیح اور غلط کے درمیان تمیز کر سکیں۔

حدیث مُعْضَل: اس حدیث کو کہتے ہیں جس کے سلسلہ سند سے بالتسلسل دو یا دو سے زائد راوی ساقط ہو گئے ہوں۔ ایسی حدیث کو ضعیف احادیث میں شمار کیا جاتا ہے۔

مرسل خفی: مرسل خفی وہ حدیث ہے جسے راوی کسی ایسے شخص سے نقل کرے جس سے راوی کی معاشرت (دونوں کی ایک زمانے میں موجودگی) تو ثابت ہو مگر دونوں میں ملاقات نہ ہوئی ہو اور نہ یہ ثابت ہو کہ اس نے اس راوی سے یہ حدیث خود سنی ہے۔ اس قسم کی احادیث میں بڑی جستجو اور تلاش کے بعد یہ پتہ چلتا ہے کہ دونوں میں ملاقات نہیں ہوئی ہے اور نہ سماع ہی ثابت ہے۔ مرسل خفی کا مطلب ہوا بہت باریک اور پوشیدہ انقطاع سند اس کا شمار بھی حدیث ضعیف میں ہوتا ہے۔

منقطع: جس حدیث کے سلسلے سند سے ایک راوی ساقط ہو جائے یا کبھی دو راوی ساقط ہو جائیں جن کا تذکرہ نہ کیا جائے یا مبہم الفاظ سے نام لیا جائے مثلاً یہ کہے کہ میں نے ایک شخص یا دو اشخاص سے یہ حدیث سنی ہے اور معلوم نہ ہو کہ وہ ایک یا دو شخص کون ہیں تو ایسی حدیث کو حدیث منقطع کا نام دیا جاتا ہے یا کبھی ایسے شخص سے روایت کرے جن کے بارے میں تحقیق سے پتہ چلے کہ اس نے اس شیخ کا زمانہ ہی نہیں پایا تھا۔ یہ بھی ضعیف احادیث کی فہرست میں شامل ہے۔

حدیث مدلس: تدلیس کے معنی آتے ہیں دھوکہ دینا کسی عیب کو چھپا دینا اور حدیث مدلس یہ ہے کہ راوی ایسے شخص سے روایت بیان کرے جن سے اس کی ملاقات ہو چکی ہو یا اس کا زمانہ پایا ہو مگر حدیث براہ راست اس سے نہ سنی ہو بلکہ کسی دوسرے شخص سے سن کر اس کی طرف نسبت کر دی ہو یا یہ کہ اس نے وہ حدیث اس شخص سے سنی ہو مگر بیان کرتے وقت اس کا نام اور کنیت بدل بدل کر بیان کیا ہو مثلاً کبھی شیخ کا نام عبد اللہ بن عبید کہے اور کبھی عبد اللہ بن سفیان اور کبھی ابو بکر بن سفیان۔ موضوع: گھڑی ہوئی خبر کو موضوع کہا جاتا ہے۔ جسے کچھ جھوٹے قسم کے لوگ اپنے مطلب کی براہری کے لیے یا کسی کو خوش کرنے کے لیے جعلی سند گھڑھ کر حدیث کے نام پر کچھ گھڑھ لے اور اس کی نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کر دے۔ ایسی احادیث کی پہچان یہ ہے کہ

گھڑھنے والا خود اقرار کرے کہ اس نے یہ حدیث گھڑھی ہے یا یہ کہ معنی میں فحش غلطی اور رکاوٹ ہو یعنی گھٹیا درجے کے الفاظ یا معنی ہوں یا وہ بات بعید از عقل ہو یا اس میں معمولی معمولی غلطی پر سخت و عید کا تذکرہ ہو یا معمولی معمولی نیکی پر جنت میں اعلیٰ مقام کی خوشخبری دی گئی ہو یا یہ کہ خود راوی کذب بیانی اور حدیث کے تعلق سے سخت قسم کی لاپرواہی میں مشہور ہو یا دینداری اس کے اندر نہ پائی جاتی ہو۔ ایسی جھوٹی خبروں کا انکار لازم ہے اور عمل کرنا جائز نہیں ہے۔

متروک: اصطلاح میں متروک اس خبر کو کہتے ہیں جس کا راوی حدیث کے معاملے میں جھوٹا مشہور ہو گیا ہو یا قول و عمل میں فاسق ہو یا یہ کہ وہ حد درجہ غافل رہنے والا انسان ہو یا یہ کہ اسے شدید وہم کی بیماری لاحق ہو۔ اس کا حکم یہ ہے کہ اس کی بتلائی ہوئی خبر کو ترک کر دیا جائے اور عمل نہ کیا جائے۔

منکر: وہ حدیث جس کا راوی ضعیف ہو مگر اس نے اپنے سے قوی راوی کی مخالفت کی ہو، اسے حدیث منکر کہتے ہیں۔ حدیث منکر ضعیف اور ناقابل حجت ہوتی ہے کیوں کہ یہ کمزور راوی کی ایسی بات ہوتی ہے جو معتبر روایت کے خلاف ہو۔

متن: حدیث کے اصل الفاظ کو متن کہا جاتا ہے۔

مثال: اِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ — یہ حدیث کا متن ہے۔

مشق

(الف) جواب دیجیے:

۱۔ احادیث کی صحت جانچنے کے لیے محدثین نے کیا کیا؟

۲۔ "مصطلح الحدیث" سے کیا مراد ہے؟

۳۔ ضعیف حدیث سے کیا مراد ہے؟

۴۔ محدثین نے ضعیف احادیث کو پہچاننے کے لیے کن بنیادوں پر قواعد بنائے؟

۵۔ موضوع حدیث کی پہچان کس طرح کی جاتی ہے؟

۶۔ کن حالات میں ضعیف روایت پر عمل نہیں کیا جاتا؟

۷۔ اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت غیر مشروط ہے۔ اس جملے کی وضاحت کریں۔

۸۔ محدثین کرام نے احادیث کی جانچ کے لیے جو اصول بنائے، ان کی اہمیت پر روشنی ڈالیں۔

۹۔ موضوع اور متروک حدیث میں فرق واضح کریں۔

۱۰۔ مدلس حدیث کی مثال دے کر وضاحت کریں کہ اس طرح کی روایت کیوں ضعیف شمار ہوتی ہے۔

۱۱۔ اسلام میں صحیح حدیث کی پہچان اور اس پر عمل کرنے کی کیا ضرورت ہے؟

(ب) درج ذیل اصطلاحات کی تعریف لکھیے:

حدیث معضل، مرسل خفی، حدیث منقطع، حدیث مدلس، حدیث موضوع، حدیث متروک، حدیث منکر

(ج) خالی جگہیں پُر کریں:

۱۔ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے: "_____ کی اطاعت کرو اور _____ کی اطاعت کرو۔"

۲۔ صحیح احادیث پر عمل کرنا اسی طرح فرض ہے جیسے _____ کے احکام پر۔

- ۳۔ جن قواعد و ضوابط کے ذریعے صحیح و ضعیف احادیث کو پہچانا جاتا ہے، انہیں _____ کہا جاتا ہے۔
- ۴۔ جس حدیث کے سلسلہ سند سے دو یا دو سے زائد راوی ساقط ہو جائیں، اسے حدیث _____ کہتے ہیں۔
- ۵۔ مرسل خفی میں راوی اور شیخ کے درمیان _____ ثابت نہیں ہوتی۔
- ۶۔ موضوع حدیث وہ ہوتی ہے جو _____ گھڑلی جائے۔
- ۷۔ جو راوی حدیث کے بیان میں جھوٹا مشہور ہو جائے، اس کی روایت کو _____ کہا جاتا ہے۔
- ۸۔ منکر حدیث وہ ہوتی ہے جس کا راوی _____ ہو اور قوی راوی کی مخالفت کرے۔

(د) صحیح جملہ کے سامنے صحیح کا نشان اور غلط کے سامنے غلط کا نشان لگائیے۔

- ۱۔ حدیث معضل میں ایک ہی راوی ساقط ہوتا ہے۔ ()
- ۲۔ مرسل خفی میں ملاقات ثابت ہوتی ہے مگر سماع نہیں۔ ()
- ۳۔ حدیث منقطع کا شمار صحیح احادیث میں کیا جاتا ہے۔ ()
- ۴۔ مدلس راوی کبھی اپنے شیخ کا نام بدل کر حدیث بیان کرتا ہے۔ ()
- ۵۔ موضوع حدیث پر عمل کرنا درست ہے۔ ()
- ۶۔ متروک راوی وہ ہوتا ہے جو حد درجہ غافل یا جھوٹا مشہور ہو۔ ()

(ہ) عملی مشقی سوالات

- ۱۔ اپنے مدرسے یا علاقے کے کسی عالم یا استاد سے معلوم کریں کہ وہ حدیث کی صحت جانچنے کے لیے کن اصولوں کا لحاظ رکھتے ہیں۔
- ۲۔ اپنی ڈائری میں پانچ اصطلاحات حدیث اور ان کے مختصر معنی لکھیے اور ان کو یاد کیجیے۔

لباس

لباس اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمتوں میں سے ایک ہے۔ انسان لباس سے اپنی جسمانی حفاظت کرتا ہے، سردی گرمی سے بچتا ہے، اپنے آپ کو ڈھانپتا ہے اور معاشرے میں وقار کے ساتھ رہتا ہے۔ قرآن و سنت میں لباس کے متعلق کئی اہم احکام اور ہدایات ملتی ہیں۔ اس سبق میں ہم لباس کی اقسام، اس کے آداب اور اسلام میں ”ستر“ کے تصور کو سمجھیں گے۔

۱۔ لباس کی ضرورت

انسان کو لباس تین بنیادی مقاصد کے لیے دیا گیا ہے:

۱۔ ستر جسم: یعنی بدن کے اُن حصوں کو ڈھانپنا جن کا کھلا رہنا پسندیدہ نہیں۔

۲۔ زینت: خوبصورتی اور وقار کے لیے۔

۳۔ حفاظت: سردی، گرمی اور دیگر موسمی اثرات سے بچنے کے لیے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"يَا بَنِي آدَمَ قَدْ أَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُؤَارِي سَوْآتِكُمْ وَرِيشًا" (الأعراف: ۲۶)

ترجمہ: ”اے آدم کی اولاد! ہم نے تمہارے لیے لباس اتارا جو تمہاری شرم گاہوں کو ڈھانپتا ہے اور

زینت بھی ہے۔“

۲۔ اسلامی لباس کی خصوصیات

اسلام میں لباس کے بارے میں بنیادی اصول یہ ہیں:

(۱) پاکیزگی

لباس پاک ہو، ناپاکی سے بچا ہوا ہو، کیونکہ نماز بھی پاک لباس میں ادا کی جاتی ہے۔

(۲) حیا

لباس ایسا ہو جو بدن کو اچھی طرح ڈھانپے اور حیا کے تقاضوں کے مطابق ہو۔

(۳) تشبہ سے بچنا

مرد اور عورت اپنے اپنے خاص طرز کا لباس پہنیں، ایک کی مشابہت دوسرے سے نہ ہو۔ اسی طرح ایسا لباس نہ پہنئے جو دوسرے مذہب کے مذہبی لباس کے مشابہ ہو۔

(۴) نمود و نمائش سے بچاؤ

اپنی وسعت سے مہنگا، فخر اور تکبر کا ذریعہ بننے والا لباس پسندیدہ نہیں۔

(۵) فرٹ اور موزوں لباس

بہت زیادہ تنگ، باریک یا بدن کی ساخت کو نمایاں کرنے والا لباس اسلامی آداب کے خلاف ہے۔

۳۔ ستر

”ستر“ سے مراد جسم کے وہ حصے جنہیں ڈھانپ کر رکھنا شریعت میں ضروری ہے۔

(۱) مرد کا ستر

○ ناف سے گھٹنوں تک کا حصہ مرد کا ستر ہے۔

○ نماز میں بھی، اور عام حالات میں بھی اسے ڈھانپنا ضروری ہے۔

(۲) عورت کا ستر

○ عورت کے لیے پورا جسم ستر ہے، سوائے چہرے، ہاتھوں اور پاؤں کے۔

- لیکن اسلام نے عورتوں کو غیر محرم کے سامنے پردہ کرنے کا سختی سے حکم دیا ہے۔
- نماز میں عورت کے لیے پورا جسم ڈھانپنا ضروری ہے، سوائے چہرے اور ہاتھوں کے۔

ستر کے اخلاقی پہلو

- ستر انسان کی حیا، وقار اور کردار کو محفوظ رکھتا ہے۔
- بے پردگی یا ستر کھولنا اسلامی اخلاق اور معاشرتی پاکیزگی کے خلاف ہے۔

۴۔ مناسب لباس کے فوائد

- انسان باوقار نظر آتا ہے
- اخلاقی ماحول محفوظ رہتا ہے
- معاشرے میں احترام ملتا ہے
- بیماریوں اور موسم کے اثرات سے بچاؤ
- اعتماد اور شخصیت میں نکھار

۵۔ نامناسب لباس کے نقصانات

- اخلاقی بگاڑ کا سبب
- حیا کم ہوتی ہے
- دوسروں کی نظر میں وقار کم ہوتا ہے
- صحت کے مسائل (بہت باریک یا بہت تنگ لباس)

مشق

(الف) مختصر جواب دیں

- ۱۔ اسلامی لباس کی دو خصوصیات لکھیں۔
 - ۲۔ ستر کے اخلاقی فوائد کیا ہیں؟
 - ۳۔ قرآن پاک میں لباس کے بارے میں کون سی آیت بیان ہوئی ہے؟
 - ۴۔ نامناسب لباس کے دو نقصانات لکھیں۔
 - ۵۔ ”لباس“ کی اسلامی اہمیت تفصیل سے بیان کریں۔
 - ۶۔ ”ستر“ کیا ہے؟ مرد اور عورت کے لیے اس کی حدود لکھیں۔
 - ۷۔ اسلامی لباس کے بنیادی اصول تحریر کریں۔
- آج کے دور میں نوجوانوں میں لباس کے حوالے سے کون سی غلطیاں پائی جاتی ہیں؟ اسلام کی روشنی میں حل بھی لکھیں۔

(ب) خالی جگہوں کو مناسب الفاظ سے پُر کیجیے:

- ۱۔ لباس انسان کے جسم کو _____ اور سردی گرمی سے محفوظ رکھتا ہے۔
- ۲۔ مرد کا ستر ناف سے _____ تک ہے۔
- ۳۔ اسلام میں لباس کا ایک اہم اصول _____ ہے۔
- ۴۔ عورت کا پورا جسم ستر ہے، سوائے _____ اور _____ کے۔
- ۵۔ بے حیائی اور نمود و نمائش سے _____ کا حکم دیا گیا ہے۔

(ج) غلط جملہ کے سامنے غلط کا نشان اور صحیح کے سامنے صحیح کا نشان لگائیے۔

- ۱۔ فخر اور تکبر کے لیے لباس پہننا جائز ہے۔ (___)
- ۲۔ پاک لباس میں نماز فرض ہونے کی شرط ہے۔ (___)
- ۳۔ عورت نماز میں چہرہ ڈھانپ کر رکھے گی۔ (___)
- ۴۔ بہت تنگ اور باریک لباس بھی ستر کو مکمل ڈھانپ لیتا ہے۔ (___)
- ۵۔ لباس کا ایک مقصد زینت بھی ہے۔ (___)

(د) عملی سرگرمی

- ۱۔ طلبہ اسلامی آدابِ لباس کی فہرست بنا کر نوٹ بک میں ترتیب دیں۔
- ۲۔ گھر میں استعمال ہونے والے دو ایسے لباس لکھیں جو ستر کے اصول پر پورا اترتے ہیں اور دو جو نہیں اترتے (وجہ کے ساتھ)۔
- ۳۔ ”حیا“ کے موضوع پر ۵ جملے لکھیے۔

نکاح سے متعلق چند اہم امور

نکاح اسلام کا نہایت اہم اور مقدس عمل ہے۔ یہ صرف ایک سماجی معاہدہ نہیں بلکہ ایک عبادت ہے۔ نکاح کے ذریعے انسان اپنی نگاہ اور شرمگاہ کی حفاظت کرتا ہے اور پاکیزہ زندگی گزارتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح کو اپنی سنت قرار دیا اور اس کی ترغیب دی ہے۔ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: يَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ! مَنْ اسْتَطَاعَ مِنْكُمُ الْبَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ، فَإِنَّهُ أَغْضُ لِلْبَصَرِ، وَأَحْصَنُ لِلْفَرْجِ، وَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَعَلَيْهِ بِالصَّوْمِ؛ فَإِنَّهُ لَهُ وَجَاءٌ. (صحیح بخاری: ۵۰۶۶، صحیح مسلم: ۱۴۰۰) ترجمہ: اے نوجوانو! جو شخص نکاح کی استطاعت رکھتا ہو وہ نکاح کر لے، کیونکہ نکاح نگاہ اور شرمگاہ دونوں کی حفاظت کا ذریعہ ہے، اور جو استطاعت نہ رکھتا ہو وہ روزہ رکھے، کیونکہ روزہ خواہش کو کم کرتا ہے۔

عورت کو شادی کا پیغام دینا:

(۱) نکاح سے پہلے مرد کے لیے عورت کو دیکھ لینا جائز ہے، لیکن تنہائی، مصافحہ یا بدن چھونے کی اجازت نہیں۔

(۲) عورت بھی مرد کو دیکھ سکتی ہے یا اپنے ولی (والد، بھائی وغیرہ) کے ذریعے معلومات حاصل کر سکتی ہے۔

(۳) کسی دوسرے شخص کے پیغام نکاح پر اپنی طرف سے پیغام بھیجنا درست نہیں۔

(۴) تصویر یا فوٹو کے تبادلے سے پرہیز کرنا چاہیے۔

ارکانِ نکاح:

۱۔ دولہا اور دلہن کی موجودگی اور شرعی رکاوٹ نہ ہو۔

۲۔ ایجاب و قبول:

لڑکی کے ولی یا وکیل کی طرف سے کہا جائے: ”میں نے فلاں عورت کا نکاح تم سے کیا“

اور لڑکا کہے: ”میں نے قبول کیا“

دو گواہوں کی موجودگی ضروری ہے۔

ولی کا ہونا:

بعض فقہاء کے نزدیک ولی کے بغیر نکاح درست نہیں ہے۔

ترتیب و لیت:

باپ، وصی، دادا، بیٹا، بھائی، چچا، قریبی عصبہ، امام وقت۔

ولی کے لیے ضروری ہے کہ لڑکے کی پوری تفصیل بتا کر لڑکی کی اجازت لے۔

بیوہ عورت زبانی اجازت دے، کنواری اگر خاموش رہے تو یہ اجازت سمجھی جائے گی۔

خطبہ نکاح:

عقدِ نکاح سے پہلے خطبہ پڑھنا مستحب ہے۔

عربی خطبہ کے بعد مقامی زبان میں نکاح کے چند احکام بیان کر دیے جائیں تاکہ لوگ سمجھ سکیں۔

مبارک باد:

نکاح کے بعد مبارک باد دینا مستحب ہے۔ نبی ﷺ فرماتے تھے: بَارَكَ اللهُ لَكَ، وَبَارَكَ عَلَيْكَ،

وَجَمَعَ بَيْنَكُمَا فِي خَيْرٍ.

”اللہ تم دونوں پر برکت دے اور تمہیں خیر کے ساتھ جمع رکھے۔“

کفوہ (برابری):

دین، اخلاق، خاندان، تعلیم اور مالداری میں مطابقت ہو تو نکاح زیادہ کامیاب ہوتا ہے۔
مسلمان لڑکے اور غیر مسلم لڑکی اسی طرح مسلم لڑکی اور غیر مسلم لڑکے کا نکاح درست نہیں، جب تک کہ دونوں میں سے جو غیر مسلم ہو وہ اسلام قبول نہ کرے۔
اگر شوہر یا بیوی میں سے کوئی مرتد ہو جائے تو نکاح ختم ہو جاتا ہے۔

مہر:

مہر عورت کا حق ہے اور شوہر پر لازم ہے۔
یہ نقد، سونا، چاندی، زیور یا کوئی قیمتی چیز ہو سکتی ہے۔
مہر فوری یا مؤخر (بعد میں) بھی ادا کیا جاسکتا ہے، لیکن فوری ادا کر دینا افضل ہے۔
اگر مقدار طے نہ ہو تو مہر مثل دیا جائے گا یعنی خاندان کی عورتوں کے مطابق مہر۔

ولیمہ:

نکاح کے بعد شوہر کی طرف سے کھانے کی دعوت کو ولیمہ کہتے ہیں۔
یہ سنت ہے اور استطاعت کے مطابق ہونا چاہیے، دکھاوا یا اسراف سے بچنا چاہیے۔

نکاح کا اعلان:

نکاح کا اعلان سنت ہے تاکہ لوگوں کو علم ہو جائے۔
بہتر ہے کہ نکاح کی مجلس مسجد میں کسی نماز کے بعد ہو۔
شادیوں میں مرد و عورت کا اختلاط، رقص، فوٹو یا غیر اسلامی رسمیں حرام ہیں۔

غیر اسلامی رسوم:

بارات کا دکھاوٹی جلوس، جہیز کا مطالبہ، ہلدی کی رسم وغیرہ اسلام میں منع ہیں۔
سب سے بابرکت شادی وہ ہے جس میں خرچ کم ہو۔

نان و نفقہ:

شوہر پر بیوی کی ضروریات (خوراک، لباس، رہائش، علاج وغیرہ) کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ یہ شوہر کے فرائض میں شامل ہے۔

مشق

(الف) جواب دیجیے:

- ۱۔ نکاح کے کیا فائدے ہیں؟
- ۲۔ نکاح کے تین ارکان لکھیں۔
- ۳۔ کفو سے کیا مراد ہے؟
- ۴۔ مہر کے بارے میں اسلام کی کیا تعلیم ہے؟
- ۵۔ شادی میں کن غیر اسلامی رسوم سے بچنا چاہیے؟

(ب) درج ذیل اصطلاحات کے مفہوم واضح کیجیے:

نکاح، مہر، ولی، خطبہ نکاح، کفو

(ج) صحیح جملہ کے سامنے صحیح کا نشان اور غلط کے سامنے غلط کا نشان لگائیے:

- ۱۔ اسلام میں تجرد (اکیلا رہنا) پسندیدہ عمل ہے۔ ()
- ۲۔ نکاح کے لیے دو گواہوں کی موجودگی ضروری ہے۔ ()
- ۳۔ ولی کے بغیر نکاح صحیح ہے۔ ()
- ۴۔ جہیز لینا یا مانگنا غلط رسم ہے۔ ()
- ۵۔ سب سے بابرکت شادی وہ ہے جس میں زیادہ خرچ ہو۔ ()

(د) خالی جگہوں کو مناسب الفاظ سے پُر کیجیے:

- ۱۔ نکاح _____ کی سنت ہے۔
- ۲۔ مہر عورت کا _____ حق ہے۔
- ۳۔ نکاح کے بعد مبارک باد کے الفاظ ہیں: _____۔
- ۴۔ نکاح کا اعلان _____ ہے۔
- ۵۔ ولیمہ نکاح کے بعد _____ کی دعوت ہے۔

(ه) تشریحی سوالات:

- (۱) نکاح کی شرعی اہمیت اور اس کے فوائد بیان کیجیے۔
- (۲) ولی کی اہمیت اور اس کی ترتیب لکھیے۔
- (۳) مہر اور ولیمہ کے متعلق اسلامی احکام بیان کیجیے۔
- (۴) نکاح کے موقع پر کی جانے والی غلط رسموں پر روشنی ڈالیے۔

خطبه نكاح

إِنَّ الْحَمْدَ لِلَّهِ، نَحْمَدُهُ وَنَسْتَعِينُهُ وَنَسْتَغْفِرُهُ، وَنَعُوذُ بِاللَّهِ مِنْ شُرُورِ أَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا، مَنْ يَهْدِهِ اللَّهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ، وَمَنْ يَضِلَّ فَلَا هَادِيَ لَهُ، وَأَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ، أَرْسَلَهُ بِالْحَقِّ بَشِيرًا وَنَذِيرًا، وَدَاعِيًا إِلَى اللَّهِ بِإِذْنِهِ وَسِرَاجًا مُنِيرًا.

أَمَّا بَعْدُ، فَإِنَّ أَصْدَقَ الْحَدِيثِ كِتَابُ اللَّهِ، وَخَيْرَ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ ﷺ، وَشَرُّ الْأُمُورِ مُحَدَّثَاتُهَا، وَكُلُّ مُحَدَّثَةٍ بِدْعَةٌ، وَكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ، وَكُلُّ ضَلَالَةٍ فِي النَّارِ (صحيح مسلم: ٨٦٤، سنن النسائي: ١٥٤٨، سنن أبي داود: ٣٦٠٤)

اما بعد!

أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَاءً وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي تَسَاءَلُونَ بِهِ وَالْأَرْحَامَ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيبًا.
(النساء: ١)

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تُقَاتِهِ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ. (آل عمران: ١٠٢)
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا، يُصْلِحْ لَكُمْ أَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا. (الأحزاب: ٤٠-٤١)

وقال النبي صلى الله عليه وسلم: فَوَاللَّهِ إِنِّي لَأَخْشَاكُمْ لِلَّهِ وَأَتْقَاكُمْ لَهُ، لِكَيْتِي أَصُومُ وَأُفْطِرُ، وَأُصَلِّي وَأَرْقُدُ، وَأَتَزَوَّجُ النِّسَاءَ، فَمَنْ رَغِبَ عَن سُنَّتِي فَلَيْسَ مِنِّي. (صحيح البخارى: ٥٠٦٣، صحيح مسلم: ١٢٠١)

یہ متن خطبہ حاجت کلماتا ہے، جو رسول اکرم ﷺ اکثر جمعہ، نکاح، یا کسی اہم موقع پر ارشاد فرماتے تھے۔

ترجمہ: تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں، ہم اسی کی حمد کرتے ہیں، اسی سے مدد چاہتے ہیں اور اسی سے مغفرت طلب کرتے ہیں۔

ہم اپنے نفسوں کی برائیوں اور اپنے برے اعمال سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں۔ جسے اللہ ہدایت دے اسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا، اور جسے وہ گمراہ کر دے اسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو حق کے ساتھ بھیجا، بشیر (خوشخبری دینے والا)، نذیر (ڈر سنانے والا) اور اللہ کے حکم سے اس کی طرف بلانے والا اور روشن چراغ بنا کر بھیجا۔

اما بعد!

بے شک سب سے سچی بات اللہ کی کتاب ہے اور سب سے بہترین ہدایت محمد ﷺ کی ہدایت ہے اور سب سے بُرے کام وہ ہیں جو دین میں نئے ایجاد کیے جائیں، ہر نیا کام (دین میں) بدعت ہے، ہر بدعت گمراہی ہے، اور ہر گمراہی جہنم میں لے جانے والی ہے۔

قرآنی آیات کا ترجمہ

اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو، جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی سے اس کا جوڑا بنایا اور ان دونوں سے بہت سے مرد و عورت پھیلانے۔

اور اس اللہ سے ڈرو جس کے نام پر تم ایک دوسرے سے سوال کرتے ہو،

اور رشتہ داریوں کا لحاظ رکھو۔ بے شک اللہ تم پر نگران ہے۔ (النساء: ۱)

اے ایمان والو! اللہ سے ایسے ڈرو جیسے ڈرنے کا حق ہے اور تمہیں موت نہ آئے مگر اس حال میں کہ تم مسلمان ہو۔ (آل عمران: ۱۰۲)

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سیدھی بات کہو، اللہ تمہارے اعمال درست کر دے گا اور تمہارے گناہ معاف فرمائے گا اور جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا وہ بہت بڑی کامیابی پائے گا۔

(الاحزاب: ۷۰-۷۱)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ کی قسم! میں تم سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا اور تقویٰ اختیار کرنے والا ہوں، لیکن میں روزہ رکھتا ہوں اور افطار بھی کرتا ہوں، نماز پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں اور عورتوں سے نکاح کرتا ہوں۔ پس جس نے میری سنت سے منہ موڑا، وہ مجھ میں سے نہیں۔

(بخاری و مسلم)

سبق کا خلاصہ

خطبہ حاجت نبی ﷺ کا وہ جامع خطبہ ہے جو تقویٰ، توحید، سنت اور اصلاح نفس کی تعلیم دیتا ہے۔

اس میں اللہ کی حمد و ثناء، توحید، رسالت، قرآن کی عظمت، اور سنت کی پابندی کی تاکید ہے۔

دین میں نئے کام (بدعات) سے بچنے کی سخت تنبیہ ہے۔

تقویٰ کو کامیابی کی بنیاد بتایا گیا ہے۔
رسول اللہ ﷺ کی سنت پر عمل کو ایمان کا حصہ قرار دیا گیا ہے۔

مشق

(الف) جواب دیجیے:

- ۱۔ خطبہ حاجت کا مطلب اور مقصد کیا ہے؟
- ۲۔ اس خطبہ میں کن چیزوں کی تعلیم دی گئی ہے؟
- ۳۔ تقویٰ سے کیا مراد ہے؟
- ۴۔ "من رغب عن سنتی فلیس منی" سے کیا سبق ملتا ہے؟
- ۵۔ دین میں نئی بات ایجاد کرنے کو کیوں منع کیا گیا ہے؟

(ب) خالی جگہ پُر کیجیے:

- ۱۔ تمام تعریفیں _____ کے لیے ہیں۔
- ۲۔ نبی اللہ ﷺ نے فرمایا: "جس نے میری سنت سے منہ موڑا وہ _____ نہیں۔"
- ۳۔ سب سے سچی بات _____ کی کتاب ہے۔
- ۴۔ ہر نئی بات (دین میں) _____ ہے، اور ہر گمراہی _____ میں ہے۔
- ۵۔ تقویٰ کا مطلب ہے _____ سے ڈرنا۔

(ج) صحیح کے سامنے صحیح اور غلط کے سامنے غلط لکھیے:

- ۱۔ خطبہ حاجت صرف نکاح کے وقت پڑھنا جائز ہے۔ ()
- ۲۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ ()
- ۳۔ ہر بدعت نیکی ہے۔ ()
- ۴۔ رسول اللہ ﷺ کی ہدایت سب سے بہتر ہدایت ہے۔ ()
- ۵۔ اللہ سے ڈرنے والا شخص کامیاب ہوتا ہے۔ ()

(د) غور و فکر:

آپ کے خیال میں آج کے مسلمان کے لیے خطبہ حاجت کے پیغام میں سب سے اہم سبق کون سا ہے؟

طلاق، عدت اور خلع کے احکام و مسائل

شادی کے بندھن کو توڑ دینے کا نام طلاق ہے، نکاح کا مقصد سکون و اطمینان کا حصول، نسل کی بقا و حفاظت اور باعزت زندگی گزارنا ہے۔ اس سے لوگوں کے دین اور اخلاق کی حفاظت ہوتی ہے، پاک دامنی نصیب ہوتی ہے اور اللہ کی مرضی کے حصول میں مدد ملتی ہے۔ لیکن اگر یہ فوائد حاصل نہ ہوں اور دونوں میں سے کسی ایک کی بد خلقی کی وجہ سے آپس میں ناچاقی پیدا ہو جائے، ایک ساتھ رہنا دشوار ہو جائے، حدود اللہ کی پاسداری خطرے میں پڑ جائے اور ایک ساتھ رہنا دشوار ہو جائے تو ایسی صورت میں شریعت مطہرہ نے دونوں کو ایک دوسرے سے بذریعہ طلاق یا خلع الگ ہو جانے کی اجازت دی ہے، جو درحقیقت زوجین کے لیے اللہ کی طرف سے ایک رحمت ہے۔

طلاق: طلاق صرف مرد کا حق ہے۔ کیونکہ مرد نے زوجیت پر مال خرچ کیا ہے جس کی وجہ سے وہ اس بات کا زیادہ حریص ہوتا ہے کہ زوجیت کا یہ مقدس رشتہ باقی رہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ مرد متحمل مزاج ہوتا ہے اس کے مقابلے میں عورت فطری طور پر کمزور ہے اور مرد کے مقابلے میں زیادہ جذباتی ہوتی ہے۔ اگر زوجین میں سے دونوں کو طلاق کا حق دے دیا جائے تو چھوٹی چھوٹی باتوں میں طلاق واقع ہونے لگے گی۔ آزاد مرد کو تین طلاق دینے کا اختیار ہے۔ اگر کسی نے کسی پر زبردستی کر کے اور جبر کر کے طلاق دلویا ہو تو یہ طلاق واقع نہ ہوگی مجنون نے اگر طلاق دی ہو تو اس کا بھی اعتبار نہ ہوگا۔

نشوز اور اس کا علاج: طلاق کے اسباب میں سے ایک سبب بیوی کا نشوز یعنی نافرمانی ہے، یعنی بیوی اپنے شوہر کی نافرمانی ان امور میں کرے جن میں اس کی اطاعت واجب ہے مثلاً عورت کا بستر پر نہ آنا، اس کی دیگر مشروع امور میں نافرمانی کرنا۔ ایسی صورت میں مرد اس کو نصیحت کرے اسے اللہ سے ڈرائے لیکن اگر وہ ٹھیک نہ ہو تو اس کا بستر الگ کر دے، بات چیت بند کر دے پھر بھی عورت اپنی اصلاح نہ کرے تو ہلکی پھلکی سزا دے چہرہ پر نہ مارے اور نہ وحشیانہ و ظالمانہ مارے۔ پھر بھی حالت قابو میں نہ آئے تو زوجین کے خاندان سے چند صاحب بصیرت لوگوں کو بلا کر دونوں کے درمیان صلح کی کوشش کی جائے۔ اگر پھر بھی اصلاح نہ ہو تو آخری چارہ کار کے طور پر طلاق کی باری آتی ہے۔

طلاق کی دو قسمیں ہیں: طلاق سنت اور طلاق بدعت

طلاق احسن اور طلاق سنت: طلاق احسن یا طلاق سنت یہ ہے کہ شوہر اپنی بیوی کو ایک طلاق طہر کی حالت میں دے، اس ایک طلاق کے بعد عورت جب تک عدت میں رہے شوہر رجوع کر سکتا ہے۔ مطلقہ عورت کی عدت تین قروء یعنی تین حیض ہے۔ اگر تین حیض کی مدت گزر جائے اور مرد رجوع نہ کرے تو عورت پر طلاق واقع ہو جائے گی اور اب اس کے لیے نئے عقد اور مہر ہی سے حلال ہوگی اور اگر عدت میں رجوع کر لیا ہے تو اس کی بیوی باقی رہے گی۔ رجوع یہ ہے کہ وہ بیوی سے کہہ دے کہ میں نے رجوع کر لیا ہے۔ پھر اگر اس نے بعد میں دوسری طلاق دے دی اور عدت میں رجوع کر لیا تو وہ اس کی بیوی رہے گی اور اگر رجوع نہ کیا یہاں تک کہ عدت کے ایام گزر گئے تو طلاق واقع ہو جائے گی اور اب اس کے لیے نئے عقد اور نئے مہر ہی سے حلال ہوگی۔ لیکن اگر تیسری طلاق بھی اسی طرح دے دی تو وہ عورت اس سے جدا ہو جائے گی۔ اب دونوں کے درمیان شوہر بیوی بن کر رہنے کی کوئی صورت نہیں۔ البتہ اگر عورت کسی دوسرے شخص سے نکاح کرے اور ایک نئی زندگی گزارنا

شروع کر دے اور وہاں بھی دوسرے شوہر سے طلاق مل جائے یا اس کا انتقال ہو جائے تو اب یہ اپنے سابق شوہر کے ساتھ نیا عقد نئے مہر کے ساتھ کر سکتی ہے۔ اس طریقہ اور ترتیب سے طلاق دینے کو طلاق سنت یا طلاق احسن کہا جاتا ہے۔ مشروع یہ ہے کہ طلاق کے بعد مرد عورت کو کچھ تحفے ہدایا اور ساز و سامان دے کر بطریق احسن رخصت کرے۔

طلاق بدعت: طلاق بدعت یہ ہے کہ سنت کے طریقے کے خلاف طلاق دی جائے مثلاً حالت حیض یا نفاس یا اس طہر میں طلاق دے جس میں اس نے جماع کیا ہو اور اس کا حمل ظاہر نہ ہو اور یہ طلاق حرام ہے۔ مگر واقع ہو جائے گی اسی طرح ایک ہی کلمہ سے تینوں طلاقیں دے ڈالے یا ایک ہی مجلس میں تین متفرق طلاق دے ڈالے، مثلاً یہ کہے کہ تمہیں طلاق ہے تمہیں طلاق ہے تمہیں طلاق ہے۔ اس طرح طلاق دینا حرام ہے لیکن طلاق واقع ہو جاتی ہے اور طلاق دینے والا گنہگار ہوتا ہے۔ اس مسئلے میں ایک رائے یہ بھی ہے کہ ایک مجلس میں دی گئی تین طلاق ایک ہی مانی جائے گی۔

طلاق رجعی: طلاق رجعی یہ ہے کہ آدمی اپنی بیوی کو ایک طلاق دے ایسی صورت میں وہ رجوع کر سکتا ہے جب تک عورت عدت میں ہے رجوع کے بعد بھی ایک طلاق دیا تو عدت کے اندر پھر رجوع کر سکتا ہے، مطلقہ عورت اپنے خاوند کے گھر ہی عدت گزارے گی اور مرد اس کے نان و نفقہ کا ذمہ دار ہوگا جس عورت کو تین طلاق ہو چکی ہو وہ اپنے باپ یا رشتہ دار کے گھر عدت گزارے گی۔

طلاق بائن: طلاق بائن وہ طلاق ہے جس سے بیوی اپنے شوہر سے بالکل جدا ہو جائے مثلاً ایک طلاق کے بعد عدت گزر جائے یا دو طلاق کے بعد عدت گزر جائے تو عدت کی مدت گزرنے پر طلاق بائن واقع ہو جائے گی۔ اب وہ اپنے شوہر کے ساتھ نئے عقد اور نئے مہر پر دوبارہ نکاح کر سکتی ہے۔

طلاق مغلط: جب شوہر تین طلاقیں دے دے تو بیوی ہمیشہ کے لیے حرام ہو جاتی ہے، الا یہ کہ وہ

عورت کسی دوسرے مرد سے نکاح کرے اور وہ مرد وفات پا جائے یا طلاق دے دے اور عدت ختم ہو جائے، تب پہلے شوہر سے دوبارہ نکاح ممکن ہے، البتہ یہ واضح رہے کہ یہ تین طلاق دینے والے شوہر سے دوبارہ نکاح کو جائز کرنے کے لیے دوسرے مرد سے نکاح بطور حیلہ درست نہیں ہے۔

خلع: خلع یہ ہے کہ عورت اپنے شوہر سے کچھ مال کے عوض جدائی اختیار کرے۔ اگر عورت اپنے شوہر سے کسی معقول سبب کی بنا پر نفرت کرے اور اس کے ساتھ رہنا پسند نہ کرے تو اس صورت میں عورت خلع کا مطالبہ بذریعہ حاکم وقت یا بذریعہ شرعی عدالت یا براہ راست شوہر سے اپنے بعض قریبی رشتہ داروں کی موجودگی میں کر سکتی ہے۔ اس کے لیے اگر کچھ مال و اسباب یا رقم ادا کرنے کی نوبت آئے تو وہ رقم یا مال و اسباب ادا کر کے عیلمدگی حاصل کر سکتی ہے۔ خلع بذریعہ فسخ نکاح یا بذریعہ طلاق ہو سکتا ہے۔ خلع کے بعد رجوع کا حق نہیں رہتا۔ البتہ عدت گزرنے کے بعد نیا عقد نئے مہر سے کر سکتا ہے اگر عورت راضی ہو، اگر بغیر کسی معقول عذر کے کوئی عورت اپنے شوہر سے طلاق یا خلع کا مطالبہ کرے تو اس پر جنت کی خوشبو حرام ہوگی۔ (ابوداؤد و ترمذی)

عدت: طلاق کے بعد عورت کو ایک مدت گزارنی ہوتی جس میں وہ کسی سے نکاح نہیں کر سکتی، اس مدت کو عدت کہتے ہیں۔ طلاق کے بعد تین بار حیض آنے تک عورت عدت کی مدت گزارے گی۔ عدت کے اندر وہ دوسرا نکاح کسی سے نہیں کر سکتی یہ عدت اس لیے ہے تاکہ اگر عورت کے پیٹ میں بچہ ہو تو معلوم ہو جائے۔ عدت کے اندر کسی مرد کے لیے بھی یہ جائز نہیں ہے کہ اسے صریح الفاظ میں نکاح کا پیغام دے۔ البتہ کنایہ کے طور پر کچھ ایسے الفاظ کہے جاسکتے ہیں جن کا مفہوم نکاح ہو، طلاق کی عدت تین قروء ہے۔ حاملہ عورت کی عدت کی مدت وضع حمل ہے اور جس کو حیض نہ آتا ہو یا آئسہ ہو چکی ہو اس کی مدت تین ماہ ہے۔ اگر کسی عورت کو دخول سے قبل طلاق دے دی جائے

تو اس پر کوئی عدت نہیں ہے۔ اگر حاملہ عورت کا شوہر انتقال کر جائے تو اس کی عدت وضع حمل ہے، جس عورت نے خلع لیا ہو یا نکاح فسخ ہوا ہو اس کی عدت کی مدت محض ایک حیض ہے۔ جس عورت کا شوہر انتقال کر گیا ہو وہ چار ماہ دس دن کی عدت اپنے شوہر ہی کے گھر گزارے گی الا یہ کہ اسے کسی گز ندیا قہر و جبر کا اندیشہ ہو۔

مشق

(الف) جواب دیجیے:

- ۱۔ طلاق کسے کہتے ہیں؟
- ۲۔ نکاح کا بنیادی مقصد کیا ہے؟
- ۳۔ شریعت میں طلاق کی اجازت کیوں دی گئی ہے؟
- ۴۔ طلاق کی کتنی قسمیں ہیں؟ ان کی وضاحت کریں۔
- ۵۔ طلاقِ احسن کیا ہے؟
- ۶۔ طلاقِ بدعت کسے کہتے ہیں؟
- ۷۔ طلاقِ رجعی اور طلاقِ بائن میں کیا فرق ہے؟
- ۸۔ طلاقِ مغتظ سے کیا مراد ہے؟
- ۹۔ عدت کسے کہتے ہیں اور اس کی مختلف صورتیں بیان کریں۔
- ۱۰۔ خلع کیا ہے اور اس کے شرعی احکام کیا ہیں؟

(ب) مندرجہ ذیل فقہی اصطلاحات کے مفہوم واضح کیجیے:

طلاق، نکاح، عدت، نشوز، خلع، طلاقِ رجعی، طلاقِ بائن، طلاقِ مغلظ، طلاقِ بدعت
(ج) صحیح جملہ کے سامنے صحیح کا نشان اور غلط کے سامنے غلط کا نشان لگائیے:

- ۱۔ طلاقِ عورت کا حق ہے۔ ()
- ۲۔ طلاق صرف مجنون کی دی ہوئی بھی واقع ہو جاتی ہے۔ ()
- ۳۔ طلاقِ بدعت سنت طریقے کے مطابق طلاق دینا ہے۔ ()
- ۴۔ مطلقہ عورت کی عدت تین قروء یعنی تین حیض ہے۔ ()
- ۵۔ خلع کے بعد رجوع کا حق باقی رہتا ہے۔ ()
- ۶۔ حاملہ عورت کی عدت وضعِ حمل ہے۔ ()
- ۷۔ طلاقِ مغلظ کے بعد شوہر بیوی سے رجوع کر سکتا ہے۔ ()
- ۸۔ بیوی کی نافرمانی کو نشوز کہا جاتا ہے۔ ()
- ۹۔ اگر دخول سے پہلے طلاق ہو جائے تو عدت لازم نہیں۔ ()

(د) خالی جگہوں کو مناسب الفاظ سے پُر کیجیے:

- ۱۔ شادی کے بندھن کو توڑ دینے کا نام _____ ہے۔
- ۲۔ مرد کو آزاد ہونے کی حالت میں _____ طلاق دینے کا حق ہے۔
- ۳۔ عورت کی عدت _____ حیض ہے۔
- ۴۔ طلاقِ احسن میں شوہر عدت کے دوران _____ کر سکتا ہے۔
- ۵۔ اگر عدت گزر جائے اور شوہر رجوع نہ کرے تو عورت پر _____ واقع ہو جائے گی۔

- ۶۔ طلاق بدعت _____ ہے مگر واقع ہو جاتی ہے۔
 ۷۔ بیوی کا شوہر کی نافرمانی کرنا _____ کہلاتا ہے۔
 ۸۔ خلع میں عورت _____ دے کر شوہر سے جدائی اختیار کرتی ہے۔
 ۹۔ جس عورت کا شوہر فوت ہو جائے اس کی عدت _____ دن ہے۔
 (ہ) مختصر نوٹ لکھیے:

نشوز اور اس کا علاج، طلاق احسن کا طریقہ، طلاق بدعت کی ممانعت، عدت کی اہمیت، خلع کے بعد رجوع کا حکم
 (و) تشریح کیجیے:

- ۱۔ شریعت مطہرہ نے طلاق یا خلع کے ذریعے علیحدگی کی اجازت دی ہے، جو دراصل زوجین کے لیے اللہ کی طرف سے رحمت ہے۔
 ۲۔ طلاق بدعت حرام ہے مگر واقع ہو جاتی ہے۔
 (ز) اپنے اساتذہ سے مدد، مطالعہ اور غور و فکر کر کے جواب دیجیے:
 ۱۔ اسلام نے طلاق کو کیوں ناپسندیدہ عمل قرار دیا ہے باوجود اس کے کہ اسے جائز رکھا؟
 ۲۔ اگر شوہر اور بیوی کے درمیان ناچاقی ہو جائے تو قرآن و سنت کے مطابق کیا عملی اقدامات کیے جائیں؟
 ۳۔ طلاق اور خلع میں بنیادی فرق کیا ہے؟
 ۴۔ عدت کا شرعی مقصد کیا ہے؟

(ح) عملی سرگرمی / مشق

- ۱۔ اپنے الفاظ میں بتائیں کہ اگر طلاق سنت کے مطابق دی جائے تو اس کے کیا فوائد ہیں۔
- ۲۔ قرآن مجید یا حدیث سے ایک حوالہ تلاش کریں جس میں طلاق یا عدت کا ذکر ہو۔

رضاعت اور اس کے احکام

اسلام نے زندگی کے ہر پہلو کے بارے میں رہنمائی دی ہے۔ انہی اہم امور میں ایک موضوع رضاعت بھی ہے۔ رضاعت کے معنی ہیں عورت کا بچے کو دودھ پلانا۔ دودھ پلانے سے عورت اور بچے کے درمیان رشتہ قائم ہوتا ہے۔ جسے رضاعی رشتہ کہا جاتا ہے۔ یہ رشتہ بھی خون کے رشتے کی طرح معتبر اور محترم ہے۔

رضاعت کا لفظی معنی: رضاعت عربی لفظ رَضَعَ سے نکلا ہے، جس کے معنی ہیں دودھ پینا۔
شرعی معنی: شرعاً رضاعت اس عمل کو کہتے ہیں کہ بچہ دو سال کی عمر کے اندر کسی عورت کا دودھ پی لے، خواہ براہ راست پیے یا برتن کے ذریعے۔

رضاعت کی عمر:

قرآن میں ارشاد ہے: "وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ أَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ" (البقرہ: ۲۳۳)
ترجمہ: مائیں اپنے بچوں کو پورے دو سال دودھ پلائیں۔ "اس آیت سے معلوم ہوا کہ رضاعت کی زیادہ سے زیادہ مدت دو سال ہے۔ دو سال کے بعد دودھ پلانے سے رضاعی رشتہ ثابت نہیں ہوتا۔ بعض علماء کے نزدیک ڈھائی سال کی عمر تک کے بچے کے لیے رضاعت ثابت ہو جائے گی۔

رضاعت پر اجرت:

اگر کوئی عورت بچے کو دودھ پلائے تو وہ اس کے عوض اجرت لے سکتی ہے۔ قرآن میں حکم ہے:

"فَإِنْ أَرْضَعْنَ لَكُمْ فَآتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ" (الطلاق: ۶)

ترجمہ: اگر وہ (عورتیں) تمہارے لیے دودھ پلائیں تو انہیں ان کی اجرت دو۔ اس سے واضح ہوتا ہے

کہ رضاعت پر اجرت لینا جائز ہے۔

ماں کا دودھ پلانا

بچے کے لیے سب سے بہتر یہ ہے کہ اس کی اپنی ماں اسے دودھ پلائے، کیونکہ ماں کا دودھ بچے کے جسمانی اور ذہنی نشوونما کے لیے سب سے مفید ہے۔ اگر کسی وجہ سے ماں دودھ نہ پلا سکے تو دوسری عورت سے بھی دودھ پلایا جاسکتا ہے، اور اسے اجرت دی جاسکتی ہے۔ تاہم اگر ماں خوشی سے دودھ پلائے تو یہ سب سے افضل ہے۔ ہاں اگر طلاق ہو جائے اور گود میں شیر خوار بچہ ہو تو عورت بچہ کو دودھ پلانے کی اجرت طلب کر سکتی ہے۔

رضاعت سے قائم ہونے والے رشتے

جو عورت بچے کو دودھ پلائے وہ اس کی رضاعی ماں کہلاتی ہے، اور اس عورت کا شوہر اس کا رضاعی باپ کہلاتا ہے۔ اس عورت کے بچے اس کے رضاعی بھائی بہن ہوں گے۔ یہ رشتے بھی نکاح میں حرمت پیدا کرتے ہیں، یعنی رضاعی ماں، بہن یا بیٹی سے نکاح جائز نہیں۔ البتہ میراث میں ایک دوسرے کا کوئی حق نہ ہوگا۔

حکمت اور فائدے

رضاعت کی حکمت یہ ہے کہ بچہ صحت مند رہے، ماں اور بچے کے درمیان محبت بڑھے اور معاشرتی تعلقات میں پاکیزگی قائم ہو۔

خلاصہ

رضاعت کا مطلب ہے بچے کو عورت کا دودھ پلانا۔

رضاعت کی زیادہ سے زیادہ مدت دو سال ہے۔

رضاعت پر اجرت لینا جائز ہے۔

ماں کا دودھ بچے کے لیے سب سے مفید اور افضل ہے۔
رضاعت سے بھی رشتہ داری قائم ہوتی ہے اور نکاح کے بعض رشتے حرام ہو جاتے ہیں۔

مشق

(الف) جواب دیجیے:

- ۱۔ رضاعت کے لغوی اور شرعی معنی کیا ہیں؟
- ۲۔ قرآن کے مطابق دودھ پلانے کی مدت کتنی ہے؟
- ۳۔ رضاعت پر اجرت لینے کی اجازت کس آیت سے ملتی ہے؟
- ۴۔ دودھ پلانے والی عورت کے شوہر کو کیا کہا جاتا ہے؟
- ۵۔ اپنی ماں کے دودھ پلانے کے کیا فوائد ہیں؟
- ۶۔ رضاعت کی مدت قرآن و حدیث کی روشنی میں بیان کریں۔
- ۷۔ رضاعت پر اجرت کے بارے میں اسلامی حکم واضح کریں۔
- ۸۔ رضاعت کے نکاح پر اثرات بیان کریں۔

(ب) خالی جگہوں کو مناسب الفاظ سے پُر کیجیے:

- ۱۔ قرآن میں دودھ پلانے کی مدت _____ بیان کی گئی ہے۔
- ۲۔ دودھ پلانے والی عورت کو بچے کی _____ کہا جاتا ہے۔
- ۳۔ اگر عورت خوشی سے دودھ پلائے تو یہ _____ ہے۔

- ۴۔ رضاعت کا رشتہ بھی _____ کے رشتے کی طرح معتبر ہے۔
- (ج) صحیح جملہ کے سامنے صحیح کا نشان اور غلط کے سامنے غلط کا نشان لگائیے:
- ۱۔ دو سال کے بعد دودھ پینے سے بھی رضاعی رشتہ قائم ہو جاتا ہے۔ ()
- ۲۔ رضاعت پر اجرت لینا جائز ہے۔ ()
- ۳۔ ماں کا دودھ بچے کے لیے سب سے بہتر ہے۔ ()
- ۴۔ رضاعی رشتے نکاح پر اثر انداز نہیں ہوتے۔ ()

تجارت کی قسمیں اور احکام

دین اسلام نے اپنے ہاتھوں سے کام کر کے اپنے اور اپنے زیر کفالت لوگوں کے لیے روزی حاصل کرنے کا حکم دیا ہے۔ گزر بسر کے لیے دوسروں کا منہ تکنا اور خود ہاتھ پاؤں نہ ہلانا سخت معیوب گردانا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے ”جب نماز پوری ہو جائے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل یعنی روزی تلاش کرو اور وہاں بھی اللہ کو یاد کرتے رہو۔ (سورہ جمعہ آیت نمبر ۹) نیک مقصد کے لیے دولت کا حصول معیوب نہیں بلکہ محمود و مطلوب ہے۔ اسلام نے حصول دولت کے لیے جو ذرائع بتائے ہیں۔ ان میں ایک تجارت بھی ہے، فرمان الہی ہے۔ ”اللہ نے خرید و فروخت (تجارت) کو حلال کیا ہے اور سودی لین دین کو حرام قرار دیا ہے۔“ (البقرہ ۲۷۵) تجارت ایک جائز اور پسندیدہ عمل ہے بشرطیکہ اس میں دھوکا، سود، حرام چیزیں یا ناجائز طریقے شامل نہ ہوں۔ قرآن و حدیث میں اس کو بابرکت عمل کہا گیا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”سچا اور ایماندار تاجر قیامت کے دن انبیاء، صدیقین اور شہداء کے ساتھ ہوگا۔“ ذیل کے سطور میں تجارت سے متعلق بعض احکامات دیے جاتے ہیں جنہیں اختیار کر کے ہم اپنی اور اپنے متعلقین کی زندگی کو بہتر اور خوشحال بنا سکتے ہیں اور اللہ کی خوشنودی حاصل کر سکتے ہیں۔

تجارت سے مراد اشیاء کی خرید و فروخت ہے، جس کا مقصد نفع کمانا ہوتا ہے۔ یہ ایک ایسا معاشی عمل ہے جس میں فریقین آپس میں لین دین کرتے ہیں، جس سے اپنی ضروریات بھی پوری

کرتے ہیں اور منافع بھی حاصل کرتے ہیں۔ البتہ قیمتوں کو حد سے زیادہ بڑھا دینا یا سامان کو روک کر رکھنا اور جب مارکیٹ سے مطلوبہ سامان غائب ہو جائے تب اپنا سامان زیادہ قیمت میں بیچنا یہ حرام عمل ہوگا، ذخیرہ اندوزی اور احتکار سے اسلام نے منع کیا ہے۔

تجارت خردہ تجارت بھی ہوتی ہے اور تھوک تجارت بھی۔ خردہ تجارت یہ ہے کہ تاجر سامان خرید کر مقامی بازار میں عام صارف کو سامان فروخت کرتے ہیں۔ تھوک تجارت یہ ہے کہ تاجر براہ راست فکٹری یا سپلائر سے سامان خرید کر خردہ تاجروں کے ہاتھ فروخت کرتے ہیں۔

تجارت کے بعض احکام

ممنوع تجارت: حرام اشیاء کی تجارت، سودی کاروبار پر مشتمل تجارت، جوئے پر مشتمل تجارت یہ سب حرام اور ممنوع کاروبار کی فہرست میں آتی ہیں۔ موجودہ دور میں تجارتی امور میں جو اور سود کو اس طرح سمودیا گیا ہے کہ بظاہر کوئی قباحت نظر نہیں آتی اس لیے ہمیں چاہیے کہ ان امور پر توجہ رکھیں۔ مبادا ہم حرام تجارت میں ملوث نہ ہو جائیں۔

چند نہایت اہم امور جن کا جاننا ہر مسلم تاجر کے لیے ضروری ہے

بناوٹی قلت پیدا کرنا: بعض اوقات تاجر لوگ سامان کو روک لیتے ہیں اور بازار میں آنے نہیں دیتے جس کی وجہ سے عام لوگ پریشان ہو جاتے ہیں پھر سامان کی قیمت بڑھا کر بازار میں لاتے ہیں یہ طریقہ جائز نہیں ہے۔

دلالی یا بیع منجش: بازار میں دوسرے آنے والے سامان کو کچھ لوگ قیمت ادا کیے بغیر زبانی طور پر خرید لیتے ہیں اور پھر زیادہ قیمت پر فروخت کرتے ہیں۔ جس کی وجہ سے بازار میں سامان مہنگا ہو جاتا ہے۔ پھر جو سامان نہیں بکتا اسے صاحب سامان کو واپس کر دیتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو دلال کہا جاتا ہے یہ

دلالی کا پیشہ حرام ہے۔

خرید و فروخت میں زیادہ قسمیں کھانا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیع و شراء میں زیادہ قسمیں کھانے سے منع فرمایا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مبارک ہے۔ ”تم بیع میں زیادہ قسمیں کھانے سے بچو اس لیے کہ اس سے سامان تو بک جاتا ہے مگر برکت ختم ہو جاتی ہے۔“ (مسلم ۱۶۰۷)

لیکن دین میں نرمی: ہر مسلمان اپنے بھائی کے لیے آسانیاں پیدا کرے کوئی چیز خرید رہا ہو تب بھی، فروخت کر رہا ہو تب بھی، دونوں صورتوں میں نرمی اور اچھے اخلاق کا مظاہرہ کرے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ ”اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحمت نازل کرے جو بیچتے وقت، خریدتے وقت اور تقاضا کرتے وقت نرمی اور درگزر سے کام لینے والا ہو۔“ (صحیح بخاری: ۲۰۷۶)

جھوٹ اور فریب سے اجتناب: خرید و فروخت کا معاملہ طے کرتے وقت دونوں فریق کو چاہیے کہ جھوٹ اور دھوکہ سے پرہیز کریں اس سے کمائی میں برکت ہوگی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مبارک ہے۔ ”لیکن دین میں سچ بولنے کی بنیاد پر اللہ تعالیٰ اس میں برکت ڈال دیتا ہے۔“ (جامع ترمذی ۲۰۱۰)

مال کے عیب کو بیان کرنا: فروخت کرنے والے پر لازم ہے کہ وہ جس چیز کو بیچ رہا ہے اس میں اگر کوئی عیب ہے تو اسے خریدار کے سامنے پوری امانت داری سے بیان کر دے اور کسی قسم کے عیب کو نہ چھپائے۔ مسلمان کسی کا برا نہیں چاہتا اس لیے اس کے لیے جائز نہیں ہے کہ عیب دار چیز دھوکہ دے کر بیچ دے۔

اسی طرح جھوٹی قسم کھا کر سامان فروخت کرنا بھی حرام ہے، ناپ تول میں کمی کرنا بھی جائز نہیں ہے، حرام چیزوں کی تجارت مثلاً شراب، سور، آلات موسیقی، بت اور جوئے کے سامان کی خرید و فروخت

ناجائز ہے۔ اسی طرح کسی کے سودے پر سودا کرنا بھی حرام ہے۔
تجارت سے متعلق بعض شرعی اصطلاحات اور ان کی تعریف:

بیع: بیچنا

بیع و شراء: خرید و فروخت

بائع: بیچنے والا

مشتري: خریدنے والا

مبيع: وہ سامان جسے بیچا گیا ہو

ثمن: قیمت

مقايضة: بیع اور ثمن ایک ہی جنس ہو مثلاً رومال کو چادر سے بیچنا

بیع مطلق: کسی چیز کو نقد کے بدلے بیچنا مثلاً چاول روپیہ کے بدلے

بیع صرف: نقد کا تبادلہ نقد سے جیسے سونے کو سونے کے بدلے یا چاندی کو چاندی کے بدلے یا سونے کو چاندی کے بدلے

بیع سلم: خریدنے والا سامان کی قیمت ادا کر دے مگر سامان بعد میں وصول کرے جس کی مدت متعین ہو۔ اس قسم کے بیع کا فائدہ یہ ہے کہ خریدار کو کم قیمت پر سامان مل جاتا ہے جسے وقت آنے پر وہ زیادہ قیمت میں فروخت کرتا ہے۔

مرا بحة: بیچنے والا جتنے روپیہ میں سامان خریدا ہو وہ مشتری کو بتادے اور یہ کہے کہ میں مثلاً دو روپیہ یا

تین یا چار روپیہ بڑھا کر آپ کے ہاتھ بیچتا ہوں

تولیه: سامان جتنے میں خریدا ہوا اتنا ہی میں بیچنا۔

وضیعہ: اصل قیمت سے کم میں سامان بیچنا۔

مساومہ: سامان اس کی قیمت پر فروخت کرنا جس پر بائع اور مشتری کا اتفاق ہو گیا ہو۔

ایجاب و قبول: سامان بیچنے والا یہ کہے کہ یہ سامان میں نے آپ سے اتنے میں بیچا اور خریدنے والا یہ کہے کہ اس قیمت پر جو آپ نے طے کیا ہے میں نے یہ سامان خرید لیا۔ دونوں صیغہ ماضی سے بیع کو مکمل کریں گے۔ یہ کام ایک ہی مجلس میں انجام پائے گا مجلس بدل جانے پر فریق کو اختیار حاصل ہوگا کہ وہ بیچے یا نہ بیچے یا مشتری خریدے یا نہ خریدے۔ اسے خیار قبول کہتے ہیں البتہ اگر سامان کے عیب کا پتہ بعد میں چلے یا سامان دیکھنے کے بعد وہ سامان پسند نہ آئے تو مشتری کو اختیار حاصل ہوگا کہ وہ سامان خریدے یا بیع کو توڑ دے۔

خیار مجلس: بائع اور مشتری نے آپس میں ایجاب و قبول کر لیا تو اگرچہ عقد مکمل ہو گیا مگر جب تک مجلس باقی ہے اس وقت تک فریقین میں سے ہر ایک کو یک طرفہ طور پر بیع کو فسخ کرنے کا اختیار ہوگا اور اگر مجلس ختم ہو جائے تو دونوں میں سے کسی کو بھی اختیار حاصل نہ ہوگا۔ البتہ اس مسئلے میں بعض اختلافات بھی ہیں۔ اگر بائع اور مشتری بیع کو مکمل کرنے کے بعد تین دن کی مہلت لے تو یہ جائز ہے تین دنوں کے اندر دونوں کو بیع فسخ کرنے کا اختیار ہوگا البتہ تین دنوں سے زیادہ یہ مہلت نہیں دی جاسکتی۔

بیع غرر: (بیع حساة) معدوم یا مجہول چیز کی بیع یا ایسی چیز کی بیع جسے خریدنے والے کے حوالہ کرنے پر بیچنے والے کو قدرت نہ ہو جیسے بھاگے ہوئے جانور کی بیع، فضا میں اڑتے ہوئے پرندے کی بیع یا پانی میں موجود مچھلی کی بیع یا دودھ کی بیع جو جانوروں کے تھن میں ہو۔ اسی طرح مال تجارت کے اوپر کنکری یا ایسی نوعیت کی کوئی چیز پھینک کر بائع یہ کہے کہ کنکری جہاں تک جائے گی وہ سب اتنی رقم میں بیچوں گا۔

یہ ساری بیع حرام میں داخل ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قسم کے بیع سے منع فرمایا ہے۔
بیع ملامسہ: اس کی شکل یہ ہے کہ بیچنے والا خریدنے والے سے کہے کہ جو بھی کپڑا تم چھولو وہ ۱۰ روپے میں تمہیں مل جائے گا۔ یہ بیع فاسد ہے کیونکہ اس میں دھوکہ اور سامان کے بارے میں ناواقفیت پائی جاتی ہے۔

بیع منابذہ: اس کی شکل یہ ہے کہ خریدنے والا بیچنے والے سے کہے کہ جو بھی سامان تم میری طرف پھینکو گے میں اسے اتنے روپے میں خرید لوں گا یہ بیع بھی فاسد ہے۔
تورق: اگر آدمی کو نقد رقم کی ضرورت ہو اور کوئی اسے قرض دینے پر تیار نہ ہو تو وہ شخص کسی سے ادھار خرید کر سامان زیادہ قیمت میں بیچ کر رقم حاصل کر سکتا ہے۔ یہ جائز ہے۔ ایسے خرید و فروخت کو تورق کہا جاتا ہے۔

بیعانہ: بیعانہ، اصل قیمت کا کچھ حصہ دے کر بیع کرنا جائز ہے بشرط کہ انتظار کی مدت مقرر کر دی جائے اور بیعانہ کی رقم اصل قیمت میں شمار ہو اور اگر کسی وجہ سے سامان نہ لے سکے تو بیعانہ کی رقم واپس کر دی جائے۔

سودی بیع: کوئی بھی تجارت جس میں سود یا جو اشامل ہو جائز نہیں ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے سود اور جو ادونوں کو حرام قرار دیا ہے۔ قرآن میں سود کو، ربا اور جو کو میسر کہا گیا ہے اور ان دونوں کو حرام قرار دیا گیا ہے۔

مشق

(الف) جواب دیجئے

۱۔ قرآن و سنت کی روشنی میں تجارت کی اہمیت کیا ہے؟

۲۔ تجارت کسے کہتے ہیں؟

۳۔ خریدہ اور تھوک تجارت میں کیا فرق ہے؟

۴۔ دلالی کسے کہتے ہیں اور اسلام میں اس کا کیا حکم ہے؟

۵۔ بیعانہ سے متعلق اپنی معلومات تحریر کیجئے۔

۶۔ حرام بیع و شراء کی ایک فہرست مرتب کیجئے؟

۷۔ سودی کاروبار کے بارے میں اسلام کا کیا حکم ہے؟

(ب) خالی جگہوں کو مناسب الفاظ سے پر کیجئے۔

۱۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیع و شراء میں زیادہ قسمیں کھانے سے..... کیا ہے۔

۲۔ ہر مسلمان اپنے بھائی کے لیے..... پیدا کرے۔

۳۔ مسلمان کے لیے جائز نہیں ہے کہ عیب دار چیز کو..... دے کر بیچ دے۔

۴۔ غرر..... ہے۔

(ج) صحیح کے سامنے صحیح کا نشان اور غلط کے سامنے غلط کا نشان لگائیں۔

۱۔ زیادہ منافع حاصل کرنے کے لیے بناوٹی قلت پیدا کی جاتی ہے۔ ()

۲۔ لین دین میں سچ بولنے کی بنیاد پر اللہ تعالیٰ اس میں برکت ڈال دیتا ہے۔ ()

۳۔ بیع اور شمن ایک ہی جنس سے نہ ہو تو اس بیع کو مقایضہ کہتے ہیں۔ ()

۴۔ تورق جائز ہے۔ ()

۵۔ بعض مخصوص حالات میں سودی بیع جائز ہے۔ ()

مشترکہ تجارت اور اس کے احکام

اسلام انسانوں کی بھلائی اور بہبود کے لیے اللہ کی طرف سے دیا گیا مکمل دین ہے، جو انسان کی معاشی ضروریات کو جائز طریقے سے پورا کرنے کی تعلیم دیتا ہے۔ تجارت بھی انہیں ذرائع میں سے ایک ہے۔ جب دو یا دو سے زیادہ افراد باہمی رضامندی سے کسی کاروبار میں سرمایہ یا محنت شامل کریں تو اسے مشترکہ تجارت یا شراکت داری کہتے ہیں۔ اسلام نے شراکت داری کے اصول اور احکام واضح کیے ہیں۔ تاکہ انصاف قائم ہو اور کسی کے ساتھ دھوکا نہ ہو۔

مشترکہ تجارت کی اقسام

شرکتِ عنان

جب سب شریک سرمایہ بھی لگائیں اور محنت بھی کریں۔ اس طرح کی مشترکہ تجارت میں نفع اور نقصان طے شدہ اصول کے مطابق تقسیم ہوگا۔

مضاربت

- ایک شخص سرمایہ لگاتا ہے اور دوسرا محنت کرتا ہے۔
- نفع دونوں کے درمیان طے شدہ تناسب سے تقسیم ہوگا۔
- نقصان صرف سرمایہ کار کا ہوگا جبکہ محنت کرنے والے کی محنت ضائع سمجھی جائے گی۔

شرکت و مجوہ

شریک اپنی پہچان اور ساکھ کی بنیاد پر مال اُدھار خریدتے ہیں اور آگے فروخت کرتے ہیں۔ نفع طے شدہ اصول کے مطابق تقسیم کیا جاتا ہے۔

مشترکہ تجارت کے شرعی اصول

- دیانت، سچائی اور شفافیت لازمی ہیں۔
 - نفع اور نقصان پہلے سے طے کرنا ضروری ہے۔
 - سود، دھوکہ اور جھوٹ حرام ہیں۔
 - ہر شریک کو کاروباری مشورے میں شامل کرنا چاہیے۔
 - خیانت کرنے والا شریک اللہ کی برکت سے محروم ہو جاتا ہے۔
- اللہ رب العزت کا ارشاد ہے۔

”اے ایمان والو! آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ، مگر یہ کہ باہمی رضامندی سے تجارت ہو۔“ (النساء: ۲۹)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میں دو شریکوں کا تیسرا ہوتا ہوں جب تک وہ خیانت نہ کریں۔ جب ایک نے خیانت کی تو میں ان سے جدا ہو جاتا ہوں۔“ (ابوداؤد)

خلاصہ

- مشترکہ تجارت کو اسلام نے جائز قرار دیا ہے۔
- اس میں دیانت اور انصاف کی سخت تاکید کی گئی ہے۔
- اس کی کئی صورتیں ہیں جیسے: شرکتِ عنان، مضاربت اور شرکتِ وجوہ۔
- قرآن و حدیث میں شراکت داری میں سچائی اور شفافیت پر زور دیا گیا ہے۔

مشق

(الف) جواب دیجیے:

- ۱۔ مشترکہ تجارت سے کیا مراد ہے؟
 - ۲۔ مشترکہ تجارت کی کتنی قسمیں ہیں؟ تحریر کریں۔
 - ۳۔ مضاربت اور شرکتِ عنان میں فرق بیان کریں۔
 - ۴۔ اگر شریک خیانت کرے تو اللہ تعالیٰ کی برکت کیوں ختم ہو جاتی ہے؟
 - ۵۔ قرآن مجید میں تجارت کے بارے میں کیا ہدایت دی گئی ہے؟
- (ب) صحیح کے سامنے صحیح کا نشان اور غلط کے سامنے غلط کا نشان لگائیں۔

- ۱۔ مضاربت میں نقصان دونوں پر برابر تقسیم ہوتا ہے۔ ()
- ۲۔ شرکتِ وجوہ میں شریک اپنی ساکھ کی بنیاد پر تجارت کرتے ہیں۔ ()
- ۳۔ اسلام نے مشترکہ تجارت کو حرام قرار دیا ہے۔ ()
- ۴۔ شرکتِ داری میں دیانت ضروری ہے۔ ()

(ج) خالی جگہوں کو مناسب الفاظ سے پُر کیجیے:

- ۱۔ اگر ایک شریک سرمایہ لگائے اور دوسرا محنت کرے تو اس کو _____ کہتے ہیں۔
- ۲۔ قرآن کہتا ہے: آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ مگر _____ سے۔
- ۳۔ شریکوں میں خیانت ہو تو اللہ تعالیٰ کی _____ ختم ہو جاتی ہے۔
- ۴۔ مشترکہ تجارت کو اسلام نے _____ قرار دیا ہے۔

(د) تفہیمی سوالات

- ۱۔ اسلام میں شراکت داری کو جائز قرار دینے کی کیا حکمت ہے؟
- ۲۔ آج کے دور میں شراکت داری میں سب سے اہم چیز دیانت کیوں ہے؟
- ۳۔ اگر نفع اور نقصان کا کوئی اصول پہلے سے طے نہ ہو تو کن مسائل کا سامنا ہو سکتا ہے؟

مزارعت

انسان کی بقا اور زندگی کے تسلسل کے لیے کھیتی باڑی بنیادی حیثیت رکھتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے زمین اور اس کی پیداوار کو انسان کے لیے بنایا ہے۔ کسان جب زمین میں بیج بوتا ہے، اس کی آبیاری کرتا ہے اور محنت کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنی قدرت سے اس میں اناج، پھل اور سبزیاں اگا دیتا ہے۔ اسی کھیتی باڑی اور کاشتکاری کے لیے جب زمین کا مالک کسی سے معاہدہ کرتا ہے تو شرعی اصطلاح میں اسے مزارعت کہا جاتا ہے جو ایک جائز اور بابرکت معاہدہ ہوتا ہے۔

مزارعت کی تعریف:

لغوی معنی: مزارعت عربی لفظ زرع سے نکلا ہے، جس کے معنی ہیں: کھیتی باڑی یا کاشتکاری۔
اصطلاحی معنی: فقہ کی اصطلاح میں مزارعت اس معاملہ کو کہتے ہیں کہ زمین کا مالک اپنی زمین کسی کاشتکار کو کاشت کے لیے دے، اور دونوں اس شرط پر راضی ہوں کہ حاصل شدہ پیداوار میں ان کا مقررہ حصہ ہوگا۔

مزارعت کی صورتیں:

- ۱۔ زمین مالک کی ہو اور کاشت کا کام کسان کرے۔
- ۲۔ بیج، پانی دینا، محنت اور کھیتی کی دیکھ بھال کسان کی ذمہ داری ہو۔
- ۳۔ پیداوار میں سے حصہ دونوں کو پہلے سے طے شدہ معاہدے کے مطابق ملے۔

مزارعت کی اہمیت اور فوائد:

- ۱۔ زمین بیکار پڑی رہنے کے بجائے آباد ہوتی ہے۔
- ۲۔ مالک اور کسان دونوں کو فائدہ پہنچتا ہے۔
- ۳۔ غریب کسان کو روزگار ملتا ہے۔
- ۴۔ معاشرے کو خوراک اور معیشت میں بہتری حاصل ہوتی ہے۔

اسلامی تعلیمات میں مزارعت:

اسلام نے زمین کو آباد کرنے کی ترغیب دی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مسلمان جب کوئی درخت لگاتا ہے یا کھیت بوتا ہے اور اس سے کوئی پرندہ، انسان یا جانور کھاتا ہے تو یہ اس کے لیے صدقہ ہوتا ہے۔ (بخاری)

یہ حدیث اس بات کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ زمین کو آباد کرنا صرف معاشی فائدہ نہیں بلکہ ثواب اور عبادت بھی ہے۔

خلاصہ:

مزارعت زمین کے مالک اور کسان کے درمیان ایک منصفانہ معاہدہ ہے، جس میں دونوں کو فائدہ ہوتا ہے۔ اسلام نے اسے جائز قرار دیا تاکہ زمین آباد ہو، لوگوں کو روزگار ملے اور معاشرے میں خوشحالی پیدا ہو۔

مشق

(الف) جواب دیجیے:

- ۱۔ مزارعت کی لغوی اور اصطلاحی تعریف بیان کیجیے۔
 - ۲۔ مزارعت کی دو صورتیں لکھیے۔
 - ۳۔ مزارعت کے تین فوائد بیان کیجیے۔
 - ۴۔ مزارعت کے بارے میں کوئی ایک حدیث لکھیے۔
 - ۵۔ مزارعت کے اصول اور طریقہ کار وضاحت سے بیان کیجیے۔
 - ۶۔ اسلام نے مزارعت کو کیوں جائز قرار دیا ہے؟ مثال دے کر سمجھائیے۔
 - ۷۔ حدیث کی روشنی میں زمین کو آباد کرنے کی اہمیت لکھیے۔
- (ب) صحیح کے سامنے صحیح کا نشان اور غلط کے سامنے غلط کا نشان لگائیں۔

- ۱۔ مزارعت میں ساری پیداوار کسان کو ملتی ہے۔ ()
- ۲۔ اسلام نے زمین کو آباد کرنے کی ترغیب دی ہے۔ ()
- ۳۔ مزارعت کے ذریعے غریب کسان کو روزگار ملتا ہے۔ ()

(ج) خالی جگہوں کو مناسب الفاظ سے پُر کیجیے:

- ۱۔ مزارعت کا لفظ _____ سے نکلا ہے۔
- ۲۔ مزارعت میں پیداوار کا حصہ پہلے سے _____ کیا جاتا ہے۔
- ۳۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: زمین کو آباد کرنا _____ ہے۔

